اللہ

سلسلہ عالیہ توحیدیہ

اس شمارہ میں

خط وکتابت کیلئے: قبلہ محمد صدیق ڈار توحیدی کاشانہ توحیدیہ نوکھر ضلع گوجرانوالہ

پبلشر عامر رشید انصاری نے اصلاح برقی پریس لوہا بازار سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا

سلسلہ عالیہ توحیدیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد پاک

الٰہی دے ہمیں توفیق ہم انسان بنیں
کچھ ہم عالم دین ہوں کچھ حافظ قرآن بنیں
دکھائیں راستہ نیکی کا خود عمل بھی کریں
رسول پاک کے منبر کا اک نشان بنیں
کریں طواف حرم کا چلیں مدینے کو!
ادا ہوں جس سے نمازیں وہی اذاں بنیں
عطا ہو حیدری قوت کہ باطل مٹ جائے
جہاد ان سے کریں جو کوئی شیطان بنیں
میسر دین کی خدمت کا ایسا جذبہ کر
کہ وقت نزع ہم صاحب ایمان بنیں
ازل کی فکر نہ کی ہائے کیا کیا میں نے
خطائیں کرتے رہے کس قدر ناداں بنیں
گناہ گار خطا وار بدنصیب رئیس
ہے منتظر کہ میری مشکلیں آسان بنیں!

نعت رسول ﷺ

میرے حضور ﷺ سا صاحب جمال کوئی نہیں
وہ بے مثال ہیں ان کی مثال کوئی نہیں

میرے حضور ﷺ کی سیرت فروغ پائے گی
یہ وہ کمال ہے جس کو زوال کوئی نہیں

زمانہ روٹھ رہا ہے تو روٹھنے دو اسے
جو وہ میرے ہیں تو مجھ کو ملال کوئی نہیں

در حضور ﷺ پر جانے کی سوچتا ہوں ضرور
وہاں سے لوٹنے کا تو خیال کوئی نہیں

جہاں میں یوں تو کروڑوں ہیں عاشقان رسول ﷺ
مگر یہ سچ ہے کہ ان میں بلال کوئی نہیں

جہاں میں صرف مدینہ ہے ایک شہر جمال
جہاں میں دوسرا شہر جمال کوئی نہیں

یہ ان پہ ہے وہ جسے بھی نوازنا چاہیں
منیر اس میں کسی کا کمال کوئی نہیں

نشان راہ

قبلہ محمد صدیق ڈار

سب حمد و ثناء اللہ کی ذات کے لئے ہے جو کائنات کو عدم سے وجود میں لایا۔ وہ ہر شے کا مالک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس نے انسان کو خصوصی صلاحیتیں عطا فرما کر اپنی معرفت، قرب اور لقا حاصل کرنے کے لئے پیدا فرمایا اور اس مقصود کے حصول کے لئے حیات ارضی کو تربیت گاہ کی حیثیت دے دی۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کاملہ نے دنیا کی زندگی کے دوران انسان کو بھٹکنے اور ٹھوکریں کھانے کے لئے تنہا نہیں چھوڑا بلکہ حریم کبریا تک پہنچانے والے صراط مستقیم کی نشاندہی کرنے کے لئے وقتاً فوقتاً اپنے منتخب بندوں کے ذریعے بنی نوع انسان کی ہدایت کا سلسلہ بھی قائم فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کا پیغام ہدایت پہنچانے والے ان خاص بندوں کو انبیاء اور رسول کہا جاتا ہے۔ انہوں نے اپنے اپنے دور میں اپنی قوموں کو اللہ تعالیٰ کی واحدنیت، دنیا کی عارضی زندگی اور موت کے بعد شروع ہونے والی آخرت کی دائمی زندگی کی حقیقت سے آگاہ کیا۔ ان حقائق اور عقائد کی بنیاد پر قائم اللہ کے عطا کردہ کامل نظام حیات کے مطابق انہیں دنیا کی زندگی بسر کرنے کی ترغیب دی انہوں نے اللہ تعالیٰ کے آئین پر عمل کرنے والوں کو دنیا اور آخرت کی زندگی میں عزت، قوت، خوشحالی اور اللہ کے انعام و اکرام کی بشارت دی اور اللہ کے آئین کو پس پشت ڈال کر انسانی نفس کی ہوا و ہوس اور عقل کی عیاری کے گھڑے ہوئے دیگر نظامہائے حیات اپنانے والوں کو دنیا میں ذلت اور آخرت میں اللہ کے شدید عذاب کے انجام سے ڈرایا۔ جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے رسولوں علیہم السلام کی دی ہوئی تعلیم کو سچ مانا اور اللہ کے عطا کردہ آئین کے مطابق خاص طرز زندگی بسر کرنے پر راضی ہو گئے انہیں مسلم یعنی سر تسلیم خم کر دینے والے کہا جاتا ہے۔ دنیا کی زندگی بسر کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی تجویز کردہ بابرکت نظام کو دین اللہ یعنی اللہ کا دین کہا جاتا ہے۔ اس آئین کا اولین تقاضا یہ ہوتا ہے کہ اپنے افکار و خیالات عقائد و اعمال بلکہ جان و مال کو اللہ تعالیٰ کے احکام کے تابع کر دیا جائے اور اللہ

کی رضا کی خاطر اپنی خواہشات کو قربان کر دیا جائے ۔ اس انداز فکر اور طرز حیات کو اسلام کا نام دیا گیا ہے ۔ گذشتہ تمام انبیاء علیہم السلام اور ان پر ایمان والے تمام انسان مسلم ہی کہلاتے تھے اس لئے یہ حقیقت بالکل واضح ہے ۔ کہ دین اسلام حضور نبی کریم محمد رسول اللہ ﷺ سے شروع نہیں ہوا بلکہ حضرت آدم علیہ السلام سے اس کی ابتدا ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری رسول ﷺ کے ذریعے اسے مکمل فرمادیا اور انہیں خاتم النبین اور رحمتہ للعلمین کے خطابات سے نوازا دوسرے تمام انبیاء علیہ السلام محدود وقت کے لئے اور صرف مخصوص بستیوں اور قوموں کی طرف مبعوث کئے گئے لیکن حضور سید الانبیاء ﷺ تمام دنیا کے انسانوں کے لئے رسول بن کر آئے اور آپ ﷺ پر نازل کی جانے والی کتاب قرآن کریم قیامت تک آنے والی انسانی نسلوں کے لئے اللہ تعالیٰ کا آخری پیام ہے رسول اللہ ﷺ کی روشن زندگی اور قرآن کریم کی تعلیم سے استفادہ کرنا صرف مسلمانوں کا حق نہیں ہے بلکہ یہ دو عظیم نعمتیں بنی نوع انسان کے ہر فرد کے لئے رحمت ، نور ، ہدایت اور سچائی کا منبع ہیں ۔ حضور رحمت للعلمین کا اسوہ حسنہ اور قرآن مجید کا پیام رحمت پوری دنیا کے انسانوں کو یہ دعوت دیتے ہیں کہ وہ بھی ابدی حقائق کو تسلیم کر کے اللہ کے آئین کے پابند ہو کر مسلم بن جائیں ۔ تاکہ اولاد آدم دنیا کی زندگی بھی امن و امان اور خوشحالی سے بسر کرے اور آخرت میں بھی کامیاب و کامران ہو جائے ۔

اسلام کا پیام پوری انسانیت کے لئے ہے اس لئے اس کا مقصود کسی خاص شخصیت ، قبیلے ، خاندان ، قوم یا نسل کی بالادستی یا حکمرانی قائم کرنا ہرگز نہیں ہے بلکہ دین اسلام تو ان بتوں کا قلع قمع کر کے انسانوں کی انسانوں پر ظلم و جبر کے بل بوتے پر قائم اجارہ داریوں اور حکومتوں کو توڑ کر اللہ تعالیٰ کی حاکمیت پر مبنی مقدس آئین نافذ کرنا چاہتا ہے ۔ اللہ کے دین کے مطابق ہر انسان آزاد پیدا ہوتا ہے ۔ اور انسانوں پر حاکمیت کا حق صرف اللہ تعالیٰ کو ہے جو ہر شے کا مالک و خالق ہے اور یہی اصول حقیقی آزادی کی ضمانت ہے دنیا میں عدل و انصاف ، محبت و خدمت ، اصلاح و فلاح اور اکرام انسانیت کی فضا پیدا کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ کرہ ارض پر ظالم ، جابر اور استحصال کرنے والے افراد ، طبقوں اور قوموں

کی طاغوتی قوت توڑ دی جائے تاکہ ہر انسان کی ضروریات زندگی کی کفالت پر مبنی عادلانہ اور مصنفانہ نظام قائم کیا جا سکے اور کسی بھی انسان کو کسی دوسرے انسان کے سامنے جبہ سائی اور گدائی کی ذلت اٹھانا نہ پڑے اور دنیا کے تمام انسان اللہ کے بندے اور بھائی بھائی بن کر رہ سکیں اور سر جھکانے کے لئے اللہ رب العالمین کے سوا اور کسی کا آستانہ نہ ہو۔ انسانی نفس کی ہوس کاری کو جب بھی فروغ حاصل ہوا اس نے انسانوں میں تفریق پیدا کر کے استحصال ،لوٹ مار ، ظلم و فساد اور خونریزی کو جنم دیا۔ اس کے برعکس اللہ کے دین نے انسانوں کو ایک خاندان کے افراد کی طرح مل جل کر رہنا سکھایا ان کے مال و جان اور عزت و آبرو کو تحفظ دیا ، بے سہاروں کو سہارا دیا اور امراء کے مال میں فقرا و مساکین کا حق مقرر کیا۔ اس طرح عزت و اکرام اور امن و امان کی فضا پیدا ہوئی جس کی بدولت انسانوں کو غور و فکر اور تدبر و تفکر کرنے کے لئے فراغت اور مواقع نصیب ہوئے اور وہ اس قابل ہوئے کہ فطرت کی گوناگوں طاقتوں کو مسخر کر کے نئی نئی ایجادات اور اختراعات کے ذریعے زندگی کو بہتر اور پر سہولت بنا سکیں۔ اللہ کے آئین کو ماننے والوں کو ہمیشہ اس حقیقت سے آگاہ کیا جاتا رہا کہ انسان کا کمال اور حقیقی کامیابی اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے قرب کا حصول ہے اس کے لئے جہاں فرض عبادات کی ادائیگی اور اسے کثرت کے ساتھ یاد کرنا ضروری ہے وہاں اللہ تعالیٰ کی پیاری مخلوق سے محبت کرنا اور اس کی خدمت کے لئے اپنا مال صرف کرنا بھی اتنا ہی لازمی ہے۔ اس مقصود کے حصول کے لئے انسانوں کی خدمت میں رکھنا سیکھا اور اللہ کی رضا کی خاطر دوسرے انسانوں کی خدمت اور بھلائی کو ترجیح دیتے ہوئے ایثار و قربانی کی لازوال داستانیں رقم کیں۔ اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں نے جب بھی آئین خداوندی پر چلنے کی دعوت دی ان کے کام میں استحصالی طبقوں نے طرح طرح کی رکاوٹیں کھڑی کیں کیونکہ انہیں لڑاؤ اور حکومت کرو کے اصول پر مبنی اپنے اقتدار کا پھیلایا ہوا جال خطرے کی زد میں آتا ہوا محسوس ہوا اللہ کے ان مقرب بندوں کے راستے میں کانٹے بچھائے گئے انہیں گالیاں دی گئیں ، مارا پیٹا گیا اور کئی ایک کو تو جان ہی سے مار دیا گیا۔ لیکن اللہ کے ان بندوں اور انسانیت کے محسنوں نے نہ تو گالی کا جواب گالی سے دیا اور نہ ہی پتھر کا جواب پتھر سے دیا۔

انہوں نے مخالفین کے ظلم و ستم اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی مخلوق کی محبت کی خاطر خوشی خوشی برداشت کیئے اور ہر سختی کا جواب نرمی سے دیا اور گالیوں کا جواب دعاؤں سے دیتے رہے۔ ان عظیم انسانوں کے عزم و ہمت کی بدولت آخر کار اللہ کے قانون کو فروغ ملا اور انسان تہذیب و شرافت سے آشنا ہوتا چلا گیا۔ تہذیب کا کمال یہ نہیں ہے کہ ایک طرف تو بلند و بالا عمارات اور تعیشات کی فراوانی ہو لیکن دوسری طرف اسی معاشرہ مین لوگ سر چھپانے کی جگہ سے بھی محروم اور بھوک سے مر رہے ہوں اور عورتیں پیٹ کی آگ بجھانے کی خاطر جسم فروشی پر مجبور ہوں۔ مہذب معاشرہ وہ ہوتا ہے جس میں انسانیت کا اکرام اور انسانی زندگی کی قدر و قیمت ہو۔ جس میں عریانی، بھوک، بیکاری اور افلاس نہ ہو۔ بیواؤں، تیموں اور معذروں کی دستگیری کا باعزت اور معقول انتظام ہو جرائم نہ ہونے کے برابر اور ہر انسان کو اپنی فطری قابلیت کے اظہار کے لئے یکساں مواقع فراہم ہوں۔

اللہ تعالیٰ کے آخری رسول ﷺ نے اپنے تئیس (23) سالہ دور نبوت میں اللہ تعالیٰ کے آئین یعنی دین اسلام کے مطابق اللہ کی الوہیت وحدت آدمیت اور بنی نوح انسان کی محبت و خدمت کی بنیاد پر ایک ایسا معاشرہ تعمیر کیا جو زندگی کے ہر پہلو کے لحاظ سے معتدل اور مثالی تھا۔ اس دور میں نہ علمی اداروں کی بھرمار تھی نہ ہی کتابوں کے انبار موجود تھے لیکن حضور ﷺ کے فیض نبوت کے اثر سے تیار ہونے والے صحابہ کرام تمام علوم کی روح یعنی اللہ کی محبت اور اسکی مخلوق کی خدمت کے جذبے سے سرشار تھے۔ ان تاریخ ساز ہستیوں کا ایمان اور اخلاق و کردار اس قدر بلند تھا کہ انہیں اس زندگی میں ہی رضی اللہ عنہم کی سند عطا ہوئی اور خیر الامت کا خطاب مرحمت ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت سے سرشار ان دیوانوں اور شمع رسالت کے پروانوں کو ایک عظیم ذمہ داری سونپتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ تمھیں میں نے اپنے دین رحمت کے ذریعے اپنی مخلوق کی خدمت کے کام کے لئے منتخب کر لیا ہے۔ میرا رسول ﷺ تم پر گواہی دیگا اور تم ساری دنیا پر گواہی دوگے کہ تم نے آئین خداوندی پر کماحقہ عمل کرتے ہوئے اسے دنیا کے تمام انسانوں تک پہنچا دیا۔ اس مبارک گروہ نے امت وسطیٰ اور خیر الامت ہونے کا حق ادا کر دیا۔ اور ایک قلیل

عرصہ میں ایشیا اور افریقہ کے دو عظیم براعظموں کو اسلام کے نور سے منور کرتے ہوئے یورپ کے دروازوں پر جا دستک دی۔ ان کی جنگ ہوس زر اور جوع الارض کے لئے ہر گز نہ تھی بلکہ انسانوں کو ظلم و ستم سے نجات دلا کر حقیقی آزادی سے آشنا کرانے کے لئے تھی اسی لئے اللہ کی تائید و نصرت ان کے ساتھ رہی اور فتح و کامرانی ہر محاذ پر ان کے قدم چومتی رہی اور مسلمان کئی صدیوں تک دنیا پر حکمرانی کرتے رہے۔

آہستہ آہستہ جب حضور ﷺ کے تربیت یافتہ اصحابہ اور ان کے بعد والے تابعین اور تبع تابعین کے گروہ بھی اس دنیا سے رخصت ہو گئے تو مسلمانوں میں قرون اولیٰ والا جذبہ ماند پڑ گیا۔ خلافت کی جگہ مطلق العنان موروثی بادشاہت نے لے لی۔ بادشاہوں ان کے امراء اور درباری علماء کی دیکھا دیکھی عام مسلمان بھی مال کی محبت میں گرفتار ہو کر دنیا کی زندگی کی رسیا ہو کر رہ گئے اور جہاد جو کہ قوت و شوکت کا وسیلہ ہے۔ سے جی چرانے لگے۔ اس طرح کئی صدیوں بعد غیر مسلم اقوام جنہوں نے مسلمانوں کی درسگاہوں سے علوم و فنون اور تہذیب و اخلاق کی تعلیم حاصل کی تھی آہستہ آہستہ ترقی کرتے ہوئے صنعتی طور پر مسلمانوں سے آگے نکل گئے اور عالمی سیادت پر قابض ہو گئے۔ انحطاط کے دور میں بھی مسلمانوں میں ارکان اسلام کی پابندی کافی حد تک جاری ہے لیکن اذانیں روح بلال سے اور نمازیں جلال و جمال سے خالی ہو گئی ہیں۔ نماز و روزہ و قربانی حج تو سب باقی ہیں۔ لیکن وہ مردان خود آگاہ و خدامست نظر نہیں آتے۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے عشق کا شعلہ کیا بجھا کہ مسلمان راکھ کے ڈھیر میں تبدیل ہو کر رہ گئے ہیں جسے زمانے کی ہوائیں اڑاتی پھرتی ہیں اس دور کے مسلمان اللہ کے عطا کئے ہوئے عظیم مشن کو فراموش کر کے متاع دنیا ہی میں کھو گئے ہیں اور مادی لذات کے لئے جینے ہی کو مقصود حیات سمجھ بیٹھے ہیں۔

اس صورت حال کی اصلاح کے لئے علماء ربانی، حکمائے اسلام اور صوفیائے عظام ایک ہی علاج تجویز کرتے چلے آرہے ہیں کہ کسی طرح مسلمانوں کے دلوں میں اللہ کے عشق اور اس کے رسول ﷺ کی محبت کی آگ پھر سے روشن ہو جائے تاکہ ان کا مرنا جینا صرف اللہ کے لئے ہو جائے اور وہ دنیوی لذات سے بے نیاز اور جذب قلندرانہ سے سرشار ہو کر

دوبارہ حزب اللہ اور انصار اللہ کے مقام پر فائز ہو سکیں ۔ اسی مقصد کے حصول کے لئے اللہ کے ایک سچے فقیر، محقق بے نظیر اور ولی کامل حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے روحانی فیض کے ذریعے اصلاح کا کام سرانجام دینے کے لئے ایک تحریک سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے نام سے شروع کی تاکہ قلبی اصلاح کے ذریعے مسلمانوں کو پکا مومن اور موحد بنایا جا سکے فیض صحبت کی برکت سے ان میں ایسی فراست و بصیرت پیدا کی جائے کہ وہ اپنے تمام تفرقے اور اختلافات مٹا کر ایک جان اور ایک قالب کی طرح مربوط اور متحد ہو جائیں ۔ حق و باطل میں تمیز کر سکیں سستی اور کاہلی چھوڑ کر کام کرنا اور کام کرتے رہنا سیکھیں اللہ اور اس کے رسول کی سچی محبت کا جنون ان کے لئے سرمایہ دانش ہو اور بقائے ملت کے لئے جان و مال قربان کرنا اپنی زندگی کا مقصد جانیں اور ہر طرف سی منہ موڑ کر اللہ کی طرف کر لیں تصوف کے اس نئے سلسلے کی تعلیم موجودہ زمانے کے تقاضوں کے عین مطابق انتہائی سادہ، مختصر اور سہل العمل ہونے کے باوجود نہایت موثر ہے ۔ بانی سلسلہ توحیدیہؒ نے ملت اسلامیہ کی عمومی اصلاح اور سالکان راہ خدا کی راہنمائی کی خاطر "تعمیر ملت" "چراغ راہ" اور "حقیقت وحدت الوجود" جیسی مشہور زمانہ کتب بھی تصنیف فرمائیں آپ کی تعلیم اور روحانی طریقہ اصلاح کے وسیع تعارف کی خاطر سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی طرف سے ماہوار تبلیغی مجلّہ "اصلاح انسانیت" کے نام سے شروع کیا جا رہا ہے تاکہ فرقہ وریت اور موجودہ سیاست کی روش سے ہٹ کر محض اللہ کی رضا کے لئے عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان کی اصلاح و خدمت کے کام کو آگے بڑھایا جائے ۔ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا ہے کہ وہ اس عظیم کام کے لئے ہمیں اپنی تائید و نصرت سے نوازے، ہمارے حوصلوں کو بلند رکھے اور تمام عالم اسلام کو سیاسی و فروعی اختلافات کو نظرانداز کر کے ملت واحدہ بننے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنے فضل و کرم سے اپنے حبیب ﷺ کی امت کو اقوام عالم کی سیادت و قیادت نصیب فرمائے ۔ آمین

درس قرآن

ڈاکٹر عبدالرشید وقار لاہور

ترجمہ :- اے لوگو! عبادت کرو اپنے رب کی جس نے تمھیں اور پہلے گزرے ہوئے لوگوں کو پیدا فرمایا۔ تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔ (سورہ البقرہ آیت 21)

تشریح :- " الناس " کا لفظ عربی زبان میں عام اور خواص سب کے لئے بولا جاتا ہے۔ اس میں مومنین۔ کافر اور منافقین سب لوگ شامل ہیں۔ مجموعی طور پر خطاب کیا گیا ہے کہ اپنے پیدا کرنے والے کا احسان مانو اور اس کی عبادت کرو۔ وہ قادر قیوم ہے تم سب اپنی تخلیق میں اپنے رب کے محتاج ہو۔ تمہاری پیدائش اس کی کسی ضرورت کی وجہ سے نہیں ہے۔ اس نے محض اپنے فضل و کرم سے تجھیں پیدا فرمایا۔

اور اس کام میں وہ وحدہ لا شریک ہے۔ پھر دوسرا احسان یہ ہے کہ انسان پیدا کیا جانور نہیں بنایا۔ پیدا کرنے کے بعد آسائش کا پورا پورا بندوبست کیا۔ راہنمائی کے لئے انبیاء کو بھیجا تاکہ زندگی بھٹک نہ گزارو۔ زندگی کو بامقصد بناؤ۔ اپنی پوری طاقت اور صلاحیت فرماں برداری میں صرف کردو۔ اس کی عظمت و جاہ و جلال کو نگاہ میں رکھتے ہوئے نافرمانی نہ کرو۔

یہاں لفظ "رب" استعمال ہوا ہے۔ لفظ اللہ یا اسماء الحسنی میں سے کوئی اور نام نہیں آیا۔ تاکہ ثابت کیا جائے کہ عبادت کی مستحق وہ ہستی ہو سکتی ہے۔ جو پیدا کرکے پرورش کی کفیل ہو۔ انسان کو ایک قطرہ پانی سے بتدریج سمیع و بصیر اور فہم و ادراک رکھنے والا انسان بنا دیا لہٰذا یہ شان ربوبیت اور انعامات کسی پتھر کے صنم نے نہیں کئے نہ ہی کسی اور مخلوق نے۔ مخلوق تو خود اپنے خالق کی محتاج ہوتی ہے وہ دوسری مخلوق کی کیا حاجت روائی کر سکتی ہے اس لئے جو ہستی مخلوق ہو وہ معبود ہو ہی نہیں سکتی مخلوق اگر کسی معاملہ میں مدد کرے بھی تو وہ طاقت بھی اللہ تعالیٰ کی بخشی ہوتی ہے۔

جو ہستی پیدا کرنے میں لا شریک ہے وہ عبادت میں دوئی کو کیسے برداشت کر سکتی

ہے ۔ عبادت کی تکمیل محبت اور اطاعت کے مجموعے سے ہوتی ہے ۔ خلاصہ یہ ہے کہ کفار کو کہا گیا ہے کہ مخلوق پرستی چھوڑ کر توحید اختیار کرو۔ منافقین اپنے نفاق سے باز جائیں اور عبادت میں اخلاص پیدا کریں ۔ مسلمان جو گناہ گار ہیں ۔ توبہ کر کے کامل اطاعت گزار بن جائیں ۔ اور جو پہلے ہی استقامت کے ساتھ عبادت میں لگے ہوئے ہیں وہ اپنے ذوق و شوق کو دوبالا کریں ۔ اور بندگی یعنی کامل محبت و اطاعت اور غلامی صرف اللہ کے لئے وقف کر دیں کیونکہ انسان کو اسی لئے پیدا کیا گیا ہے کہ وہ صرف اللہ کی بندگی کرے ۔ صرف اس طریقہ ہی سے وہ اپنا مقصود حیات جو کہ اللہ کا قرب اور اس کی رضا ہے حاصل کر سکتا ہے ۔

مقام رسالت مآب ﷺ

سید عبداللہ شاہ لاہور

اللہ تعالیٰ نے پوری کائنات اور جو کچھ اس میں ہے سب کا خالق ہے ۔ اس کے سوا دوسرا کوئی معبود نہیں ۔ وہ رب العلمین یعنی تمام جہانوں کا رب ہے ۔ اس نے خلق خدا کی ابتدا اس لئے کی کہ اسے پہچانا جائے ۔ اس لئے کائنات کی ہر شے اپنے اپنے شعور کے مطابق اپنے خالق کو پہچانتی ہے اور اس کی تسبیح بیان کرتی ہے چنانچہ قرآن مجید میں پودوں اور درختوں کے سجدہ کرنے اور پرندوں کے صلوۃ تسبیح کرنے کا ذکر بھی آیا ہے ۔ جن چیزوں کو انسان بے جان سمجھتا ہے وہ بھی اپنے خالق کی پہچان اور اس کی اطاعت کے لحاظ سے ایک قسم کا شعور رکھتی ہیں حتیٰ کہ حضرت داود علیہ السلام کے لحن کی ہمنوا بن کر پہاڑ بھی اللہ کی تسبیح کرتے تھے ۔ چونکہ عقل و خرد کی اپنی حدود اور مخصوص دائرہ کار ہے اس لئے وہ حقیقت آشنا نہیں ہو سکتی ۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے دوسری مخلوق سے برتر شعور عطا فرما کر اپنی خاص معرفت اور محبت کے لیے پیدا کیا ہے انسانیت کے کمال اور اللہ کے قرب کی معراج پر جو ذات اقدس فائز ہے وہ حضور البشر سید الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے تمام کائنات کے لئے اپنا رسول اور تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔ جس طرح کائنات کی ہر چیز اپنے خالق کو پہچانتی اور اس کی تسبیح کرتی ہے اسی طرح حضور رحمت

للعلمین کو پہچانتی ان پر درود و سلام پڑھتی اور آپ ﷺ کا ہر حکم مانتی ہے۔ چنانچہ حضور نبی کریم ﷺ کے معجزات میں حیوانات اور شجرو حجر کا آپ کو سلام کرنا. آپ سے کلام کرنا. آپ ﷺ کی نبوت کی گواہی دینا اور آپ ﷺ کے حکم کی تعمیل کرنا شامل ہیں ان میں سے چند واقعات یہاں درج کئے جاتے ہیں تا کہ اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ کی شان کا اظہار ہو:۔

(1) کھجور کی گواہی ☆

ایک بدو آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور اپنے قبول اسلام کے لئے کوئی نشانی دیکھانے کا تقاضا کیا۔

حضور ﷺ نے فرمایا اگر میں اس درخت کو اپنے پاس بلاؤں اور وہ میرے پاس چلا آئے تو کیا تم ایمان لے آؤ گے ؟

بدو نے اثبات میں جواب دیا تو آپ ﷺ نے کچھ فاصلے پر کھڑے کھجور کے درخت کی ایک ٹہنی کو اپنے پاس آنے کا اشارہ فرمایا۔ اچانک درخت کی ٹہنی ٹوٹ کر زمین پر گر گئی اور پھدکتی اور سجدہ کرتی ہوئی حضور ﷺ کے پاس آکر کھڑی ہو گئی۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا جاؤ اب اپنی جگہ پر واپس چلی جاؤ چنانچہ ٹہنی درخت کے ساتھ جا کر جڑ گئی گویا کہ ہمیشہ سے اسُ پر لگی ہو بدو حیرت سے اس کو دیکھ رہا تھا اچانک اس نے گواہی دے دی۔

"اشھدوان لاالہ الا اللہ واشھدوان محمد عبدہ وزسولہ" (خصائص کبری)

(2) درخت کی گواہی ☆ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ وہ ایک سفر میں حضور ﷺ کے ساتھ تھے دوران سفر ایک بدو سے ملاقات ہوئی وہ حضور ﷺ کے پاس آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا۔

"کیا تم اللہ کی واحدانیت اور محمد ﷺ کی رسالت کی گواہی دیتے ہو؟"

بدو نے عرض کیا آپ بتائیں آپ کے ارشادات پر کون کون گواہی دیتے ہیں ؟

حضور ﷺ نے وادی میں کھڑے ہوئے ایک درخت کی طرف اشارہ کرتے

ہوئے فرمایا "یہ درخت بھی گواہی دیتا ہے" درخت وادی کے پرلے کنارے پر تھا۔ حضور ﷺ کا اشارہ پا کر زمین کو چیرتا ہوا آپ کے سامنے آن کھڑا ہوا اس درخت سے تین دفعہ آواز آئی "آپ ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں" درخت یہ گواہی دے کر واپس اپنی جگہ پر چلا گیا۔ (مشکوۃ)

(3) درخت کی گواہی ☆

ایک بار ایک بدو رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا "یا رسول اللہ" میں اسلام لایا ہوں مجھے کوئی ایسی چیز دکھایئے جس سے میرا یقین زیادہ ہو جائے اس پر حضور ﷺ نے پوچھا تم کیا چاہتا ہے

بدو نے عرض کیا "یا رسول اللہ" آپ اس درخت کو اپنے پاس بلالیں"

"آپ ﷺ نے فرمایا جاکر اسے بلالا"

وہ بدو درخت کے پاس گیا اور اسے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔

"تجھے رسول اللہ ﷺ بلاتے ہیں" یہ سن کو وہ درخت ایک طرف جھکا اور اس کی جڑیں اکھڑیں پھر دوسری طرف جھکا اور اس طرف کی جڑیں اکھڑیں۔ اسی طرح وہ اپنی جگہ سے اکھڑا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا۔

"السلام علیکم یا رسول اللہ ﷺ!"

یہ دیکھ کر بدو پکار اٹھا "یا رسول اللہ ﷺ مجھے کافی ہے مجھے کافی ہے"

اس پر آپ ﷺ نے اس درخت سے فرمایا

"جا اپنی جگہ پر چلا جا"

چنانچہ وہ درخت جس طرح آیا تھا اسی طرح واپس چلا گیا اور اپنی جگہ جاکر دوبارہ اپنی جڑوں پر قائم ہو گیا۔

(4):۔ خرمے کے خوشے کی گواہی ☆

حضرت عبداللہ بن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن ایک دیہاتی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا میں کیسے جان لوں آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں؟

آپ نے فرمایا۔

اگر میں اس خوشے کو جو درخت خرما میں لگا ہوا ہے بلاؤں اور یہ آکر میری رسالت کی گواہی دے تو کیا مان جاؤ گے کہ میں ہی اللہ کا رسول ہوں؟ چنانچہ آپ نے اس خوشے کو بلایا وہ درخت سے جھکا پھر آپ ﷺ کے پاس گر کر اس نے آپ ﷺ کی رسالت کی گواہی دی۔

پھر آپ ﷺ نے اسے پاس والے درخت پر چلے جانے کا حکم دیا تو وہ واپس اپنی جگہ پر چلا گیا۔ یہ دیکھ کر دیہاتی فوراً" مسلمان ہو گیا۔ (ترمذی)

(5):۔ گوہ کی گواہی ☆

ایک دفعہ آنحضرت ﷺ صحابہ اکرام کے ساتھ ایک مجلس میں تشریف فرما تھے اتنے میں ایک دیہاتی آیا اس کے پاس شکار کی ہوئی ایک گوہ بھی تھی۔ اس نے صحابہ کرامؓ سے حضور ﷺ کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ صاحب کون ہیں؟ صحابہ کرامؓ نے جواب دیا یہ اللہ کے رسول ﷺ ہیں دیہاتی نے کہا "لات" و "عزیٰ" کی قسم جب تک یہ گوہ آپ پر ایمان نہیں لائے گی اس وقت تک میں ایمان نہیں لاؤں گا یہ کہتے ہوئے اس نے گوہ کو آپ ﷺ کے سامنے ڈال دیا آپ نے اس گوہ کو آواز دی گوہ نے صاف صاف جواب دیا کہ میں حاضر ہوں اور آپ کی تابعدار ہوں۔

گوہ کی یہ بات سب نے سنی

"پھر آپ ﷺ نے دریافت فرمایا تو کس کی عبادت کرتی ہے؟"

اس نے جواب دیا اس اللہ کی جس کا عرش آسمان پر ہے اور اس کا حکم زمین پر ہے جس نے دریا میں راستہ بنایا اور بہشت میں جس کی رحمت اور دوزخ میں جس کا عذاب ہے۔

"پھر آپ ﷺ نے پوچھا میں کون ہوں"

گوہ نے جواب دیا آپ اللہ کے رسول ہیں اور سب سے آخری نبی ہیں۔ جو آپ ﷺ کی تصدیق کرے گا وہ کامیاب ہو گا اور جو جھٹلائے گا وہ نامراد ہو گا۔ یہ باتیں سن کر

وہ دیہاتی مسلمان ہو گیا۔ تو نبی کریم ﷺ اسے نماز قرآن کی تلاوت اور سورہ اخلاص کی تعلیم فرمائی اس دیہاتی نے جب یہ حال اپنی قوم کو جا کر سنایا تو وہ سب آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گئے۔ (طبرانی بیہقی)

(6):۔ صدائے غیب سے نبوت کی گواہی ☆

آنحضرت ﷺ کے وصال کے بعد کا واقعہ ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ بیٹھے تھے کہ سامنے سے ایک خوبصورت آدمی گزرا۔ اس سے حال پوچھا تو اس نے کہا کہ میں جاہلیت میں کاہن تھا۔ دریافت کیا کہ اس زمانے کا کوئی عجیب و غریب واقعہ سناؤ اس نے کہا ایک دفعہ میں بازار میں تھا میرا موکل جن میرے پاس گھبرایا ہوا آیا اور یہ شعر پڑھا۔

ترجمہ۔ کیا تم نے جن اور ان کے ابلیسوں کو نہیں دیکھا جو آپ ﷺ کی بعثت کی وجہ سے مایوس ہو چکے ہیں۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا!

اس نے سچ کہا خود مجھ پر بھی اس قسم کا واقعہ گزرا ہے ایک دفعہ میں جاہلیت کے بتوں کے پاس سویا ہوا تھا۔ کہ ایک آدمی بچھڑا لے کر آیا اور اس کی قربانی کی۔ تو اس کے اندر سے بے ساختہ چیخنے چلانے کی آواز آئی اس سے زیادہ چیخ کی آواز میں نے کبھی نہ سنی تھی آواز یہ تھی:۔

اے جلیح! کامیاب بات ایک فصیح آدمی کہتا ہے کہ "اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں" حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ یہ آواز سن کر سب لوگ کود کر بھاگ نکلے لیکن میں اپنی جگہ سے نہ ہٹا۔ اور دل میں کہا کہ اصل حقیقت جان کر رہو نگا پھر دوسری اور تیسری بار بھی یہی آواز آئی۔ اس واقعہ کے چند روز بعد مکہ میں مشہور ہو گیا کہ حضرت محمد ﷺ نے نبوت کا اعلان فرما دیا ہے۔ (بخاری شریف)

صدائے فقیر

☆بانی سلسلہ توحیدیہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے ملفوظات☆

دنیائے اسلام کے لئے وقت کا سب سے اہم سوال یہ ہے کہ جب ہمارا دین مکمل ہمارا نبی ﷺ برحق اور ہمارا قرآن اللہ کی سچی کتاب ہے تو پھر ملت اسلامیہ کے زوال کی وجہ کیا ہے ؟ یہ سوال جس قدر اہم اور ہماری توجہ کا مستحق ہے افسوس کہ ہماری مردہ دلی اور بے حسی کی وجہ سے اس کے ایک ہزارویں حصے پر بھی غور نہیں کیا گیا۔ زندہ قوموں کا حال یہ ہے کہ اگر کوئی منصوبہ پورا نہ ہو . کوئی مہم ناکام رہے یا میدان جنگ میں فوج کوئی معمولی سی شکست کھا جائے تو اس کے اسباب کی دریافت کے لئے بڑی بڑی تحقیقی کمیٹیاں بٹھائی جاتی ہیں کمیشن مقرر ہوتے ہیں اور لاکھوں روپے صرف کر دئے جاتے ہیں تاکہ آئندہ کے لئے ایسی ناکامیوں کا پوری طرح انسداد کیا جائے ہماری حالت یہ ہے کہ اس سوال پر جو ہمارے لئے موت اور زندگی کا سوال ہے یہ بین الملی طور پر تو کیا انفرادی طور پر بھی کماحقہ غور و فکر نہیں کیا جاتا۔

ناچ گانوں کی محفلوں پر لاکھوں روپے برباد کیے جاتے ہیں . محافل میلاد . مجالس عزا اور مواعظ کے جلسوں میں موتی اور پھول برسائے جاتے ہیں ۔ لوگوں کو رلایا اور ہنسایا جاتا ہے۔ علمی اجتماعات میں مناظرے اور مباحثے کئے جاتے ہیں۔ مقالات پڑھے جاتے ہیں . مشاعروں میں داد و ستائش کے نعروں سے آسمان سر پر اٹھا لیا جاتا ہے مگر آج تک کسی محفل . کسی مجلس . کسی مشاعرے . کسی وعظ میں آپ نے اس موضوع پر کچھ سنا ہے کہ ہمارے زوال و پستی کے اسباب کیا ہیں اور کن تدابیر سے ہم اپنا کھویا ہوا مقام پھر حاصل کر سکتے ہیں ؟ انفرادی طور پر البتہ جب کبھی اور جس کسی سے یہ سوال کیا جاتا ہے تو مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک ہر ملک کا مسلمان اس کا یہی ایک جواب دیتا ہے کہ ہم نے قرآن کی تعلیم پر عمل کرنا چھوڑ دیا ہے۔ یہ جواب اپنی جگہ سو فیصدی صحیح . لیکن اس قدر مجمل ہے کہ سننے والے کو کوئی خاص فائدہ نہیں پہنچ سکتا خصوصا جب کہ ہر شخص اپنی جگہ پر یہ سمجھتا ہو کہ

جہاں تک قرآن کی تعلیم پر عمل کرنے کا تعلق ہے صرف وہ اور اس کا فرقہ ہی پکا مسلمان ہے باقی تمام مسلمان گمراہی میں مبتلا ہیں ۔

قرآن صرف عبادات اور ان کے متعلق احکامات ہی پر تو مشتمل نہیں یہ تو ایک مکمل دستور عمل ہے حیات انسانی کا ۔ یعنی حیات انسانی کے جتنے بھی شعبے ہیں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان سبھی کے متعلق ہدایات دے کر وہ راستہ متعین کر دیا ہے جس پر چل کر انسان دنیا میں امن و آسائش اور اطمینان و مسرت کی زندگی بسر کر سکتا ہے اب چونکہ انسانی زندگی کے بہت سے پہلو ہیں اس لئے صرف یہ کہہ دینا کہ "ہماری زوال کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے قرآن کی تعلیم پر عمل کرنا چھوڑ دیا ہے" ہرگز کافی نہیں بلکہ ہمیں یہ دیکھنا چاہیے کہ ہر شعبہ زندگی میں ہم کس طرح اور کس حد تک قرآن کی ہدایات پر عمل کرتے ہیں ۔ ظاہر ہے کہ یہ بات دو چار فقروں میں تو کیا ایک ضخیم کتاب میں بھی پوری تفصیل و تشریح سے بیان نہیں ہو سکتی لیکن بالکل کچھ نہ ہونے سے کچھ نہ کچھ ہونا بہر حال بہتر ہوتا ہے اس لئے ہم نے اس سوال کا جواب دینے کی ایک معمولی سی کوشش کی ہے ۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ دنیائے اسلام میں جو حضرات حقیقی معنوں میں عالم و فاضل ہیں وہ اس سوال کا جواب دیتے اور ہر شعبہ زندگی پر مفصل اور مسبوط کتابیں لکھ کر زوال ملت کے تمام اسباب بیان فرماتے ۔ لیکن بد قسمتی سے ایسا نہیں ہوا یا کم از کم ہمارے علم کے مطابق اس کی کوئی معقول کوشش نہیں کی گئی اس لئے باوجود اپنی علمی کم مائگی کے محض فرض کفایہ سمجھ کر ہم نے خود اس موضوع پر قلم اٹھایا ہے ۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ ہم اپنی کوشش میں کہاں تک کامیاب ہوئے ہیں اور ملت کو اس کتاب سے کچھ فائدہ پہنچے گا یا نہیں ؟ لیکن اتنی امید ضرور ہے کہ ہماری اس ناچیز کوشش کو دیکھ کر ارباب علم و دانش اس طرف متوجہ ہوں گے اور حقیقتاً اچھی اچھی کتابیں لکھ کر اس کام کو مکمل کر دیں گے جو ایک زمانہ سے تشنہ تکمیل پڑا ہوا ہے

کسی خطہ زمین کے باشندے انفرادی طور پر کتنے ہی خوشحال کیوں نہ ہوں جب تک وہ ایک جماعت کی شکل میں منظم اور مربوط نہ ہو جائیں اور ذاتی مفاد کو اجتماعی مفاد پر قربان کرنا سیکھ لیں تمدنی ترقی نہیں کر سکتے اور دوسری منظم اور طاقتور اقوام کی دستبرد اور

ظلم و ستم سے محفوظ نہیں رہ سکتے اس لئے ہم سب سے پہلے اجتماعیت کے وہ قرآنی اصول بیان کرتے ہیں جن پر عمل کر کے رسول ﷺ خدا کے صحابیوں کی مبارک جماعت نے قلیل ترین عرصہ میں وہ شاندار ترقی کی جس کی مثال تاریخ عالم میں کہیں نہیں ملتی۔ پھر یہ بتایا ہے کہ ان قرآنی اصولوں سے انحراف اور روگردانی کس طرح ہمارے موجودہ تنزل کا باعث ہوئی۔ اس کے بعد اسلامی عقائد اور عبادات و معاملات یعنی حقوق اور اخلاق و آداب بیان کئے جائیں گے۔

اسلامی عقائد چونکہ سبھی غیب سے تعلق رکھتے ہیں اور اللہ کا حکم ہے کہ غیب پر بغیر دیکھے ایمان لے آؤ۔ لیکن باوجودازیں کچھ آدمی ایسے بھی ہوتے ہیں جو اس غیبی امور کو عقل سے سمجھ کر یا آنکھوں سے دیکھ کر ان کی حقیقت معلوم کرنا چاہتے ہیں اور یہ کام علم تصوف کا ہے اس لئے کچھ ضروری بیان تصوف کا بھی کیا جائے گا جس میں بتایا جائے گا کہ موجودہ تصوف اور اسلامی تصوف میں کیا فرق ہے قرآن سے تصوف کی کیا سند ہے۔ رسول اکرم ﷺ اس کے متعلق کیا سکھاتے تھے۔ پہلے زمانے کے اولیا عظام اور صوفیائے اکرام نے کفار کو اور مسلمان بنانے اور مسلمانوں میں اخلاق محمدی پیدا کرنے کے لئے کیا کچھ کیا اور بعد کی صدیوں میں تصوف کے جھوٹے دعویداروں اور جاہل صوفیوں نے اس مبارک علم کی کیسی مٹی پلید کی اور ملت اسلامیہ کو کس قدر نقصان پہنچایا تصوف کے ضمن میں یہ بتایا جائے گا کہ روح انسان کے پیدا ہونے سے پہلے کہاں تھی اور اس میں کیا کیا صفات تھیں وہ اپنی اصلی جگہ سے کس شکل میں چلی اور کن کن مقامات سے گزرتی ہوئی انسانی جسم میں پہنچی۔ وہ نیک اور بد اعمال سے کس طرح متاثر ہو کر کثیف یا لطیف بنتی ہے۔ مرنے کے بعد کس طرح سفر آخرت طے کرے گی اور کن کن عوالم سے گزرتی ہوئی دوزخ یا جنت میں اپنے ٹھکانے تک پہنچے گی اسی سلسلے میں جبر و قدر کے مسئلہ پر بھی روشنی ڈالی جائے گی اور یہ بتایا جائے گا کہ قرون اولی کے مسلمانوں نے تقدیر کے ماننے کے باوجود بھی کیوں اسقدر شاندار ترقی کی اور موجودہ زمانے کے مسلمانوں نے تقدیر کو کیسے سمجھا اور مانا اور پھر کیسے ذلیل و خوار ہو رہے ہیں۔

ماشاء اللہ مسلمانوں میں نماز کا چرچا بہت زیادہ ہے کچھ لوگ گھروں میں نماز ادا کرتے ہیں ان کے علاوہ مساجد بھی عام طور پر نمازیوں سے بھری ہوئی نظر آتی ہیں سب سے زیادہ خوشی کی بات یہ ہے کہ اکثر امرا اور حکام بھی موٹروں اور کاروں میں بیٹھ کر آتے اور اپنے غریب بھائیوں کے ساتھ ایک ہی صف میں کھڑے ہو کر اللہ کے آگے جھک جاتے ہیں۔ رمضان المبارک میں بھی بہت چہل پہل نظر آتی ہے حج کرنے والوں کی تعداد بھی بڑھتی چلی جا رہی ہے حصول دولت کے لئے بھی دوڑ تیز تر ہے لیکن جہاں تک اخلاق کا تعلق ہے نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے پاکستانی مسلمانوں نے بالکل ترقی نہیں کی بلکہ الٹا تنزل ہوا ہے حالانکہ یہی وہ کسوٹی ہے جس پر غیر مسلم قرآن کی تعلیم اور رسول خدا ﷺ کے اسوہ حسنہ کو جانچنے اور پرکھنے اور اسلام کے متعلق رائے قائم کرتے ہیں۔ غیر مسلم لوگ تمہاری نمازوں اور حجوں کو ہرگز نہیں دیکھتے بلکہ وہ تو تمہارے اخلاق و معاملات دیکھتے ہیں اور وہ تمہارے اخلاق کے متعلق بری رائے رکھتے ہیں وہ کہتے ہیں پاکستانی عوام کو آداب مجلس تک نہیں آتے ان کا لہجہ سخت . حرکات و سکنات نازیبا ہیں۔ جو کچھ ہمارا اپنے ملک میں چلن ہے یہی کچھ ہم باہر کے ملکوں میں بھی جا کر دہراتے ہیں۔ راستہ چلتے ایک دوسرے کو دھکے دیتے ہیں۔ راستہ میں چھلکے پھینکتے ہیں ہر جگہ تھوکتے ہیں سفر میں ہم بچوں اور خواتین کا بھی لحاظ نہیں کرتے۔ چلتے چلتے لڑ پڑنا۔ گالیاں بکنا اور ایک دوسرے سے دست و گریباں ہو جانا ساری معمول کی عادتیں ہیں جو پاکستان کے ہر شہر میں عام راستوں پر ہر وقت نظر آسکتی ہیں۔

غیر مسلموں کو ہم مسلمانوں کی بد دیانتی کا بھی شکوہ ہے وہ کہتے ہیں کہ پاکستانی بے حد بے ایمان اور بد دیانت ہیں کہ پاکستانی دکاندار ایک روپے کی چیز کے دس روپے مانگتا ہے اور بک بک اور جھک جھک کے بعد وہی چیز دو روپے میں دے دیتا ہے اگر یہاں کے بڑے تاجروں سے کوئی بڑا سودا کیا جائے تو اور بھی زیادہ بد دیانتی کرتے ہیں۔ ان کو اپنی زبان اور وعدہ کا کوئی پاس نہیں نمونہ کچھ دکھاتے ہیں دیتے کچھ اور ہیں۔ اسی وجہ سے باہر کی منڈیوں میں پاکستان کی ساکھ کم ہو رہی ہے جو غیر ملکی حضرات قرآن کا مطالعہ کرتے ہیں اور اسلام کی

سادگی اور صداقت کو دیکھ کر مسلمان ہو جاتے ہیں وجہ جب اسلامی ممالک میں اپنے دینی بھائیوں کو دیکھنے آتے ہیں تو سخت مایوس ہوتے ہیں۔ اور پھر وہ اسلامی مذہب کو قبول کر کے غلطی محسوس کرتے ہیں۔

ہم اپنے تمام مسلمان بھائیو سے اور پاکستان کے مسلمانوں سے خصوصا" یہ مخلصانہ استدعا کرتے ہیں کہ عبادات کی پابندی کے ساتھ ساتھ آپ اپنے اخلاق کو زیادہ سے زیادہ سنوارنے اور سدھارنے کی کوشش کریں تاکہ اقوام عالم اسلام جیسے فطری اور سچے مذہب کے متعلق غلط رائے قائم نہ کریں اور پھر خدا کے حضور بھی سرخرو ہوں۔

آئندہ شمارے میں اس کا جواب دینے کی کوشش کریں گے جو شروع میں لکھا جا چکا ہے یعنی جب ہمارا دین مکمل ہمارا نبی برحق اور ہمارا قرآن اللہ کی سچی کتاب ہے تو پھر ملت اسلامیہ کے زوال کی وجہ کیا ہے؟

جاری ہے

محمد طالب گوجرانوالہ

آنسو

محمد یونس ہاشمی گکھڑ

حضرت ابوبکر شبلیؒ نے ایک مرتبہ چولہے میں ایک لکڑی کو جلتے دیکھا جو ایک طرف سے جل رہی تھی اور اسکی دوسری طرف سے پانی نکل رہا تھا۔ آپ یہ دیکھ کر رو پڑے اور فرمایا لوگو آتش شوق میں جلتے ہو اور اس دعوی میں سچے ہو تو تمہاری آنکھوں سے آنسو کیوں نہیں بہتے

حضرت ابوبکر صدیقؓ

عامر رشید انصاری گکھڑ

ہمارے سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے بانی حضرت عبدالحکیم انصاریؒ چونکہ حضرت مولانا کریم الدین احمدؒ سے بیت تھے جن کا تعلق سلسلہ نقشبندیہ سے تھا اس طرح سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا شجرہ سلسلہ نقشبندیہ سے مل جاتا ہے ہم اپنے شجرہ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے تمام بزرگان کے حالات زندگی مختصرا" بیان کرنے کا سلسلہ اپنے اس ماہوار رسالہ سے شروع کر رہے ہیں چونکہ سلسلہ نقشبندیہ کے سالار اعلیٰ حضرت ابوبکر صدیقؓ ہیں اس لئے اس شمارہ میں سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے بانی حضرت ابوبکر صدیقؓ کے کچھ فضائل بیان کریں گے یوں تو حضرت ابوبکر صدیقؓ کی ایثار و محبت سے بھرپور زندگی کے حالات و کوائف سے احادیث و سیرت کی کتابیں بھری پڑی ہیں لیکن ہم اختصار سے کام لیتے ہوئے تبرک کے طور پر حضرت ابوبکر صدیقؓ کی زندگی کے صرف چند چیدہ چیدہ حالات و واقعات تحریر کرنے پر اکتفا کر رہے ہیں۔

آپ کا نام عبداللہ کنیت ابوبکر اور لقب صدیق ہے ابتدا ہی سے آپ بڑے سلیم الفطرت اور راست باز تھے چنانچہ زمانہ جاہلیت میں بھی اپنا دامن ہر قسم کی آلائشوں سے پاک رکھا صاحب دولت و حثیت تھے آپ کو یہ امتیاز بھی حاصل ہے کہ آپ مردوں میں سب سے پہلے ایمان لائے اور آخری دم تک حضور ﷺ کے دست و بازو رہے۔

قبل از اسلام بہت بڑے تاجر تھے۔ آپ ایک مرتبہ ملک شام میں گئے۔ تو وہاں آپ نے ایک خواب دیکھا کہ چاند اور سورج آسمان سے نیچے اتر آئے ہیں اور دونوں ان کی گود میں داخل ہو گئے ہیں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے دونوں کو پکڑ کر اپنے سینے سے لگا لیا اور اپنی چادر مبارک اوپر ڈال دی صبح آپ بیدار ہوئے تو اس عجیب و غریب خواب کی تعبیر پوچھنے کے لئے ایک راہب کے پاس گئے اس راہب نے سارا خواب سن کر پوچھا آپ کا نام کیا ہے؟ آپ کہاں کے رہنے والے ہیں اور کون سے قبیلہ سے ہیں؟ حضرت ابوبکرؓ نے

فرمایا میرا نام ابوبکر ہے مکہ کا رہنے والا ہوں اور بنی ہاشم سے ہوں راہب نے پوچھا آپ کام کیا کرتے ہیں ؟ آپ نے جواباً" فرمایا تجارت کرتا ہوں ۔ راہب نے کہا کہ مبارک ہو مکہ سے اور قبیلہ بنی ہاشم سے نبی آخر الزماں ﷺ کا ظہور ہونے والا ہے اگر یہ نبی پاک نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ زمین اور آسمان کو پیدا نہ فرماتا اور کائنات کبھی ظاہر نہ ہوتی اور جملہ انبیا کرام بھی کبھی پیدا نہ ہوتے وہ نبی پاک ﷺ رسولوں کے سردار ہوں گے اور سب انہیں محمد ﷺ اور امین کے نام سے یاد کریں گے اور اے ابوبکر! اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ تم اس کے دین میں داخل ہوگے اور اس کے اولین وزیر بنو گے اور اس کے خلیفہ ہوگے ۔

اے ابوبکر! میں نے اس نبی کی تورات میں تعریف پڑھی ہے انجیل و زبور میں اس کا ذکر پڑھا ہے اور میں اس پر ایمان لا چکا ہوں اور اس کے دین میں داخل ہو چکا ہوں اور عیسائیوں کے خوف سے اپنا ایمان چھپا رہا ہوں آج تم نے ساری حقیقت بیان کر دی حضرت ابوبکرؓ یہ تعبیر سن بڑے متاثر ہوئے اور دل پر رقت طاری ہو گئی اور حضور ﷺ سے ملاقات کے شوق کا غلبہ ہوا فوراً" مکہ واپس آئے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے حضور ﷺ کو دیکھ کر باغ باغ ہوئے حضور ﷺ بھی مسکرائے اور فرمایا ابوبکر جلدی کلمہ پڑھو اور میرے دین میں آجاؤ ۔ صدیق اکبرؓ نے عرض کیا حضور! کیا کوئی معجزہ دیکھ سکتا ہوں ؟ حضور ﷺ نے مسکرا کر فرمایا ۔ ملک شام میں جو خواب دیکھ کر آئے ہو اور راہب نے جو تعبیر سنائی تھی وہ میرا معجزہ ہی تو ہے صدیق اکبرؓ فوراً پکار اٹھے ۔

"اشھد وان لاالہ الااللہ واشھد وان محمد عبدہ ورسولہ"

اس طرح حضرت ابوبکر صدیقؓ ایمان لے آئے اور حضور ﷺ کے بہت قریب رہنے لگے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو حضور ﷺ سے اس قدر محبت تھی کہ اپنی جان قربان کرنے کو سعادت مندی سمجھتے تھے اللہ تعالیٰ نے جب حضور ﷺ کو مکہ سے ہجرت کرنے کا اذن دیا تو حضور ﷺ نے اس بات کا ذکر حضرت ابوبکر صدیقؓ سے فرمایا اور فرمایا کہ میں جلد ہی یہاں سے ہجرت کر جاؤں گا صدیق اکبرؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں بھی آپ کی ساتھ جاؤں گا چنانچہ جب شب ہجرت کفار مکہ نے حضور ﷺ کو

شہید کرنے کی غرض سے آپ کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ اور حضور ﷺ سورہ یسین تلاوت فرماتے ہوئے اس محاصرہ سے سب کے سامنے گھر سے باہر تشریف لائے اور حضور ﷺ کا باہر نکلنا کسی کو بھی نظر نہ آیا تو حضور ﷺ گھر سے نکل کر سیدھے صدیق اکبرؓ کے گھر تشریف لائے اور فرمایا۔ اے ابو بکرؓ مجھے ابھی اسی وقت ہجرت کرنے کا اذن مل چکا ہے اور میں مکہ چھوڑ کر جا رہا ہوں صدیق اکبر نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں میں بھی آپ کے ساتھ چلوں؟ فرمایا چلو صدیق اکبر حضور ﷺ کے ساتھ ہو لئے اور حضور ﷺ صدیق اکبر کو ساتھ لے کر مکہ سے چل دیے صدیق اکبر راستے میں کبھی حضور ﷺ سے آگے اور کبھی پیچھے رہ کر چلتے حضور ﷺ نے اس کی وجہ دریافت کی عرض کیا یا رسول اللہ میں چاہتا ہوں کہ دشمن تعاقب کرتا ہوا آگے یا پیچھے آ جائے تو اس کا وار مجھ پر ہی ہو اور حضور ﷺ پر میں ہی قربان ہوں چلتے چلتے نور پہاڑ پر پہنچے اس پہاڑ میں ایک غار تھا جس کا نام غار ہوام تھا حضور ﷺ نے اس غار میں تشریف فرما ہونے کا قصد فرمایا تو صدیق اکبرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ٹھہریے پہلے مجھے اندر جانے دیں پرانا غار ہے پہلے میں اندر جاتا ہوں اور صفائی کرتا ہوں صفائی کے بعد آپ اندر آئیے گا۔ چنانچہ صدیق اکبرؓ اندر گئے اور صفائی شروع کر دی اس غار میں کئی بل تھے صدیق اکبرؓ ان بلوں کو اپنے کپڑے پھاڑ پھاڑ کر بند کرنے لگے اس غار میں ایک بہت بڑا سانپ رہتا تھا صدیق اکبر نے اس کا بل جو دیکھا تو کپڑا ختم ہو جانے کے باعث اسے بند نہ کر سکے اور اپنی ایڑی اس پر رکھ دی اور حضور ﷺ کو اندر بلایا حضور ﷺ اندر تشریف لے آئے اور اپنا سر انور صدیق اکبرؓ کی گود میں رکھ کر سو گئے۔ وہ بل جس پر صدیق اکبر کی ایڑی تھی اس میں سے زہریلے سانپ نے صدیق اکبرؓ کو ڈس لیا۔ صدیق اکبرؓ کو تکلیف تو بہت ہوئی مگر آپ اپنی جگہ سے ہلے تک نہیں تاکہ حضور ﷺ کی نیند میں خلل نہ آئے شدت تکلیف سے صدیق اکبرؓ کے آنسو نکل آئے اور حضور پر گرے حضور ﷺ نے دریافت فرمایا ابو بکر رو رہے ہو؟ صدیق اکبرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے سانپ نے ڈس لیا ہے۔ حضور ﷺ نے اسی لمحے مقام ڈنگ پر اپنا لعاب دہن شریف لگا دیا۔ تو صدیق اکبر کی

ساری تکلیف دور ہو گئی۔

ایک دفعہ حضرت علیؓ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ سے پوچھا کہ آپ اتنے بڑے مرتبے کو کیسے پہنچے تو صدیق اکبرؓ نے فرمایا۔

(1) میں نے لوگوں کو دو طرح کا پایا ایک وہ جو دنیا کی طلب میں سرگرداں ہیں دوسرے وہ جو آخرت کی طلب میں کوشاں ہیں میں نے مولا کی طلب میں کوشش کی ہے۔

(2) میں جب سے اسلام میں آیا ہوں کبھی دنیا کا کھانا پیٹ بھر کر نہیں کھایا کیونکہ عرفان حق کی لذت نے مجھے اس دنیا کے کھانے کی لذت سے بیزار کر دیا ہے۔

(3) جب سے اسلام لایا ہوں کبھی سیر ہو کر پانی نہیں پیا کیونکہ محبت الٰہی کے پانی سے سیراب ہو چکا ہوں۔

(4) میں حضور ﷺ کی صحبت میں رہا۔ اور میری یہ صحبت حضور ﷺ کے ساتھ بڑی اچھی رہی۔

(5) جب بھی مجھے دنیا اور آخرت کے دو کام پیش آئے تو میں نے اخروی کام کو مقدم کیا اور دنیوی کام کی کچھ پرواہ کئے بغیر اخروی کو اختیار کیا۔

ایک دن صدیق اکبرؓ حضرت علیؓ کی طرف دیکھ کر مسکرائے حضرت علی نے مسکرانے کی وجہ دریافت کی تو صدیق اکبرؓ نے فرمایا۔ اے علیؓ! مبارک ہو مجھ سے حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب تک علی کسی کو پل صراط سے گزرنے کی چھٹی نہ دے گا تب تک وہ پل صراط سے گزر نہ سکے گا۔ اس پر حضرت علیؓ مسکرائے اور کہنے لگے اے خلیفہ مسلمین! آپ کو بھی مبارک ہو مجھے حضور ﷺ نے فرمایا ہے اے علی اس شخص کو پل صراط کی راہداری ہرگز نہ دینا جس کے دل میں حضرت ابو بکرؓ کی عداوت ہو۔ بلکہ اس کو دینا جسے صدیق اکبرؓ سے محبت ہو۔

حضرت صدیق اکبرؓ ایک دن یہودیوں کے ایک مدرسہ میں تشریف لے گے اس دن یہویوں کا ایک بہت بڑا عالم جس کا نام فخاص تھا آیا ہوا تھا اور اس کی وجہ سے وہاں بہت سے یہودی جمع تھے صدیق اکبرؓ نے وہاں پہنچ کر فخاص سے فرمایا اے فخاص! اللہ سے ڈر!

اور مسلمان ہو جا خدا کی قسم محمد اللہ کے رسول ہیں جو حق لے کر آئے ہیں اور تم لوگ ان کی تعریف تورات و انجیل میں پڑھتے ہو لہٰذا تم مسلمان ہو جاؤ اور سچے رسول کی تصدیق کرو نماز پڑھو زکوٰۃ دو اور اللہ کو قرض حسنہ دو۔ تاکہ تم جنت میں جاؤ فحاص بولا اے ابوبکر کیا ہمارا خدا ہم سے قرض مانگتا ہے؟ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ ہم غنی ہیں اور خدا فقیر ہے حضرت ابوبکر صدیق ؓ کو یہ سن کر بڑا غصہ آیا اور فحاص کے منہ پر ایک تھپڑ مارا اور فرمایا قسم بخدا۔ اگر ہم اور تم میں معاہدہ نہ ہوتا تو اسی وقت تیری گردن الگ کر دیتا فحاص تھپڑ کھا کر حضور ﷺ کے پاس آیا اور صدیق اکبر ؓ کی شکایت کی حضور ﷺ نے صدیق اکبر ؓ سے پوچھا تو صدیق اکبر ؓ نے عرض کیا حضور ﷺ اس نے یوں کہا تھا فحاص اس بات سے پھر گیا اور کہنے لگا میں نے ہرگز ایسا نہیں کہا۔ اسی وقت صدیق اکبر ؓ کی تصدیق میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

ترجمہ۔ اللہ نے لوگوں کا یہ قول سنا کہ اللہ فقیر ہے اور ہم غنی ہیں خدا کی اس تصدیق و شہادت سے صدیق اکبر ؓ کی صداقت واضح ہو گئی۔

غزوہ تبوک کے موقعہ پر حضور ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ یہ زمانہ نہایت تنگی اور قحط سالی کا تھا یہاں تک کہ دو دو آدمی ایک کھجور پر بسر کرتے تھے سفر دور کا تھا۔ دشمن کثیر اور قوی تھے حضرت عثمان ؓ نے اس غزوہ میں بڑی کمال ہمتی سے خرچ کیا دس ہزار مجاہدین کو سامان دیا اور دس ہزار دینار اس پر خرچ کئے نو سو اونٹ اور سو گھوڑے معہ سازو سامان کے اس کے علاوہ دیئے دیگر صحابہ نے بھی خوب خرچ کیا۔ ان میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق ؓ ہیں جنہوں نے اپنا کل مال حاضر کر دیا حضرت عمر ؓ راوی ہیں کہ اس دن میرے پاس اتفاقاً کچھ مال تھا میں نے سوچا کہ اس قدر ایثار کروں کہ ابوبکر صدیق ؓ سے بھی آج بڑھ جاؤ چنانچہ حضرت عمر ؓ نے اپنے مال کے کل دو حصے کئے اور ایک حصہ گھر رکھ کر آدھا مال حضور ﷺ کی خدمت میں لے آئے اور پھر اس خیال سے بہت خوش ہوئے کہ میں نے آج بہت ایثار کیا ہے۔ آج ابوبکر صدیق ؓ آگے نہ بڑھ سکیں گے مگر کیا دیکھتے ہیں کہ پروانہ شمع مصطفی صدیق اکبر ؓ اپنے

گھر کا کل مال لئے حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی ساری پونجی بارگاہ محبوب میں پیش کر دی حضرت عمرؓ یہ دیکھ کر حیران ہو گئے اور سوچنے لگے کہ ان سے بڑھنا مشکل ہے حضور ﷺ صدیق اکبرؓ کا یہ ایثار دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا اے صدیقؓ سب کچھ یہاں لے آئے ہو یہ بتاؤ گھر کے لئے کیا چھوڑ آئے ہو صدیق اکبرؓ کا ارشاد بقول اقبالؒ یہ تھا کہ

پروانے کو چراغ تو بلبل کو پھول بس
صدیق کے لئے خدا کا رسول ﷺ بس

تھوڑی دیر کے بعد جبریل امین حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ صدیق اکبرؓ پر سلام فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ صدیقؓ سے پوچھئے کہ وہ اس عالم فقر میں مجھ (اللہ) سے راضی ہے یا ناراض؟ حضور ﷺ نے یہ پیغام حضرت ابوبکر صدیقؓ کو سنایا تو صدیق اکبرؓ اس پیغام کی لذت سے عالم وجد میں آ کر کہنے لگے۔

کیا میں اپنے رب سے ناراض ہوں گا؟۔ میں اپنے رب سے راضی ہوں میں اپنے رب سے راضی ہوں۔ میں اپنے رب سے راضی ہوں۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ جب خلافت تخت پر متمکن ہوئے تو آپ نے ایک مجمع عام میں یہ تقریر فرمائی۔

بھائیو اور عزیزو! قرعہ انتخاب میرے نام پڑا اور میں تمھارا خلیفہ مقرر ہو گیا گو میں تم سے بہتر و افضل نہ تھا مگر میں تمہارا سردار مقرر کر دیا گیا ہوں۔ لیکن میری سرداری۔ قیصر و کسریٰ جیسی سرداری نہیں کہ کسی کو میرے کام میں مجال دم زدن نہ ہو۔ خوب سمجھ لو کہ تمھارے اندر جو قوی ہے میرے نزدیک اس وقت تک کمزور و ضعیف ہے جب تک میں ضعیف کو اس سے حق نہ دلوا دوں اور جو تم میں ضعیف ہے وہ میرے نزدیک قوی ہے تا وقتیکہ میری اعانت سے اس کا حق نہ مل جائے دیکھو ایک بات اور ہے جہاد سے کبھی تساہل نہ برتنا۔ اس طریقہ کو ہرگز ترک نہ کرنا یاد رکھو۔ جو قوم جہاد کو چھوڑ دیتی ہے وہ دنیا میں خواریوں اور رسوائیوں کی نذر ہو جاتی ہے راستی اور راست روی امانت ہے۔ کجروی

اور کذب بیانی خیانت ہے جب تک میں اللہ اور اللہ کی رسول کا فرمانبردار ہوں۔ اسی وقت تک تم پر میری اطاعت واجب ہے اور جب مجھے ایسا کرتے نہ دیکھو بلا تکلف میری اطاعت سے انکار کردو اس وقت تم پر میری اطاعت واجب نہیں تمہارا فرض ہے کہ تم مجھے سیدھے راستے پر چلاؤ۔

حضرت ابوبکرؓ کو حضور ﷺ سے اس قدر محبت تھی کہ حضور ﷺ کے وصال کے بعد آپ فراق محبوب کے صدمہ سے بے چین رہنے لگے اور تھوڑی مدت کے بعد ہی آپ بیمار پڑ گئے آپ کے علاج کے لئے ایک طبیب کو بلایا گیا طبیب نے بڑے غور سے دیکھا اور کہا کہ یہ مریض کسی کی محبت میں بیمار ہے اور ان کا محبوب ان سے جدا ہے اسی فراق محبوب کے غم میں یہ بیمار ہوئے ہیں ان کا علاج بجز دیدار یار کے اور کچھ نہیں جہاں تک ہو سکے ان کے محبوب کو ان کو دیکھادو۔

کچھ دن بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ایک رات خواب دیکھا کہ حضور ﷺ تشریف لائے اور آپ کے بدن مبارک پر دو سفید کپڑے تھے تھوڑی دیر میں وہ دونوں کپڑے سبز رنگ کے ہو گئے اور اس قدر چمکتے تھے کہ نگاہ ان پر نہ ٹھہرتی تھی۔ پھر حضور ﷺ نے سامنے تشریف لا کر ابوبکر صدیق سے السلام علیکم فرمایا۔ اور مصافحہ کیا اور اپنا نورانی ہاتھ حضرت ابوبکر کے سینہ پر رکھا جس کے سبب قلب اور سینہ کی تکلیف دور ہو گئی پھر فرمایا کہ اے ابوبکر کیا ابھی ہم سے ملنے کا وقت نہیں آیا؟ حضرت ابوبکر یہ سن کر اس قدر روئے کہ سارے گھر کو خبر ہو گئی پھر عرض کیا یا رسول اللہ دیکھئے آپکی ملاقات کا شرف مجھے کب حاصل ہوتا ہے حضرت ابوبکر صدیقؓ کا فراق میں رونا سن کر حضور ﷺ نے فرمایا۔ گھبراؤ نہیں اب ہماری تمہاری ملاقات کا وقت قریب ہے اس خواب کو دیکھ کر حضرت ابوبکر صدیقؓ بہت خوش ہوئے۔

حضرت صدیق اکبرؓ نے اپنے آخری مرض میں حضرت علی کو بلایا اور وصیت فرمائی کہ اے علیؓ جب میری وفات ہو جائے تو مجھے تم اپنے ہاتھ سے غسل دینا کیونکہ تم نے اپنے ہاتھوں سے حضور ﷺ کو غسل دیا ہے پھر مجھے میرے پرانے کپڑوں

میں کفن دے کر اس حجرہ شریف کے سامنے رکھ دینا جس میں حضور ﷺ کا مزار ہے پھر اگر بغیر کنجیوں کے قفل خود بخود کھل جائے گا تب تو اندر دفن کرنا ورنہ عام مسلمانوں کے قبرستان میں لے جا کر دفن کر دینا۔

حضرت ابوبکرؓ کی وفات کے دن جس وقت صحابہ اکرام کا لشکر ملک شام کو فتح کرنے میں مشغول تھا اور دمشق فتح کرنے کا منصوبہ درپیش تھا۔ مگر دمیشق کے فتح کرنے میں کس قدر دقتیں پیش آ رہی تھیں اور صحابہ اکرام کو ایک قسم کا تردد لاحق تھا ایسی حیرانی کے وقت حضرت عبیدہؓ نے خواب دیکھا کہ میرے خیمہ میں حضور ﷺ تشریف لائے اور بشارت دی کہ اے عبیدہ مسلمانوں سے کہدو کہ آج یہ مقام فتح ہو جائے گا۔ اطمینان رکھو یہ فرما کر حضور ﷺ نے بہت جلدی واپسی کا عزم فرمایا۔ حضرت ابوعبیدہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اس وقت حضور ﷺ کو اتنی جلدی کیوں ہے؟ فرمایا اے ابوعبیدہ آج ابوبکرؓ کی وفات ہو گئی ہے میں ان کا جنازہ تیار چھوڑ کر ادھر آیا ہوں مجھے ابھی ابوبکر کے جنازہ پر واپس جانا ہے یہ فرما کر حضور ﷺ فوراً واپس تشریف لے گئے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی وصیت کی مطابق آپ کے جنازہ کو حجرہ کے سامنے رکھ کر عرض کیا گیا۔ یا رسول اللہ یہ آپ کے یار غار ابوبکرؓ آپ کے دروازہ پر حاضر ہیں اور ان کی تمنا آپ کے حجرہ مبارک میں دفن ہونے کی ہے اگر اجازت ہو تو حجرہ شریف میں دفن کیا جائے یہ سنکر حجرہ شریف کا دروازہ جو پہلے سے بند تھا خود بخود کھل گیا اور آواز آئی۔

"حبیب کو حبیب سے ملا دو کیونکہ حبیب کو حبیب سے ملنے کا اشتیاق ہے"

جب حجرہ شریف سے حضرت ابوبکرؓ کے دفن کرنے کی اجازت ہوئی تو جنازہ مبارک کو اندر لے گئے اور حضور ﷺ کے کندھے مبارک کے قریب آپ کو دفن کر دیا گیا آپ زندگی بھر نبی کریم ﷺ کے دست بازو بنے رہے سفر و حضر میں آپ ﷺ کے ساتھ رہے اور ہجرت جیسے مقدس سفر میں حضور ﷺ کی ہمراہی کا شرف آپ ہی کو عطا ہوا اور یار غار کی اصطلاح عالمگیر حیثیت اختیار کر گئی اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے وفات کے بعد بھی آپ کو اپنے حبیب کے جوار گنبد خضری کے پر نور سائے میں جگہ عطا فرما کر اس ساتھ کو

دائمی بنا دیا حضور نبی کریم ﷺ کی محبت سے سرشار جو بھی زائر روضہ رسول کریم ﷺ پر حاضری دیتا ہے اور حضور کی خدمت میں نذرانہ درود و سلام پیش کرتا ہے وہ خلیفہ رسول امیرالمومنین حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں بھی ضرور ہدیہ سلام پیش کرتا ہے۔

ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء اللہ ذوالفضل العظیم۔

کرنے کا اصل کام

پروفیسر منیر احمد لودھی کراچی

دائیں بائیں آگے پیچھے درخت ہی درخت تھے۔ بڑے چھوٹے۔ خشک اور ہرے بھرے یکایک ایک چھوٹا لڑکا۔ پا پیادہ ظاہر ہوا۔ شیخ فتح موصلیؒ نے دیکھا۔ لڑکے کا حال آثار سفر پر دلیل۔ ہونٹ ہلتے ہوئے۔ لیکن سامان سفر ندارد۔ سلام کے بعد پوچھا لڑکے کہاں جا رہے ہو؟ لڑکے نے کہا بیت المقدس "شیخ نے کہا تمہارے ہونٹ ہل رہے ہیں" لڑکے نے کہا "قرآن پڑھ رہا ہوں" شیخ حیرت سے بولے "ابھی تو بہت چھوٹے ہو" لڑکے نے کہا میں تو دیکھتا ہوں کہ موت مجھ سے کم عمر والوں کو بھی پکڑ لیتی ہے شیخ نے کہا "تمہارے قدم چھوٹے اور راستہ طویل لڑکا بولا "قدم اٹھانا میرا کام ہے منزل تک پہنچانا میرے رب کا کام"

شیخ فتح موصلیؒ نے پوچھا "کوئی سامان سفر؟ کوئی سواری؟ لڑکا بولا "میرا سامان سفر اللہ پر ایمان ہے میری سواری میرے پاؤں ہیں" شیخ صاف لفظوں میں دوبارہ بولے "میری مراد روٹی اور پانی سے تھی" لڑکا بولا "کیا آپ کو پسند ہے کہ آپ کا مہمان اپنا کھانا ساتھ لائے۔ میرے اللہ نے بھی اپنے بندوں کو اپنے گھر بلایا ہے۔ مجھے شرم آتی ہے کہ میں اللہ کا مہمان بنوں اور اپنی روٹی ساتھ لے کر جاؤں۔

یہ ایک واقعہ نہیں بلکہ ایسے واقعات سے بھرپور اسلامی تاریخ کا محض ایک ٹکڑا ہے۔ ایک ایسے طبقے کا نمائندہ حال جس میں عما ابن یاسرؓ، معصب بن عمیرؓ، زیدؓ بن حارثہ

عبداللہ بن عباس، عبداللہ ابن عبداللہ بن ابی، عبداللہ ابن عمر، عبداللہ ابن زبیر، طارق ابن زیاد اور محمد بن قاسم جیسے جوان ہمت، جواں عزم، جواں عمر پاکبازوں کا شمار ہوتا ہے۔

ہماری آج کی دنیا دن ہفتے اور سال منانے کا فیشن ہے۔ 1985 نوجوانوں کا عالمی سال تھا۔ مختلف ممالک میں مختلف تنظیموں نے نوجوانوں کے لئے۔ تربیتی، تحقیقی، تفریحی وغیرہ اقسام کے پروگرام منعقد کئے۔

ہمارے ملک میں بھی نوجوانوں کا سال منایا گیا۔ نوجوانوں کے لئے پروگرام کئے گئے ان کے مسائل کی نشاندہی ہوئی۔ مسائل کا حل تلاش کرنے کی کوششیں ہوئیں۔ ان کوششوں کے لئے لائحہ عمل متعین کیا گیا لیکن ان تمام مراحل میں کہیں بھی سب سے اہم مسئلہ زیر باعث نہیں آیا سب سے اہم مسئلہ ایمان کا مسئلہ ہے۔ ساری برائیاں، بدعنوانیاں، مسائل سب کمزور ایمان کی پیداوار ہیں۔ آج کے یہ نوجوان!!

اگر ایمان کی دولت حاصل کرلیں --- تو تھوڑی تنخواہوں پر قناعت کر کے بیروزگاری میں کمی کا سبب بنیں گے۔

اگر ایمان کو دل میں اتارلیں --- تو منشیات کو چھوڑ کر ذکر الٰہی کی پرسکون آغوش میں پناہ ڈھونڈلیں گے۔

اگر ایمان کا لطف اٹھالیں --- تو اسراف و تعیشات کو چھوڑ کر سادگی کو اوڑھنا بچھونا بنالیں گے۔

اگر ایمان کو مقصد بنالیں --- تو چھوٹے چھوٹے مقاصد کے لئے توڑ پھوڑ، بلوے اور غنڈہ گردی سے گریز کریں گے۔

اگر ایمان کی حلاوت محسوس کرلیں --- تو رقص و موسیقی اور دوسرے لغو کاموں کو چھوڑ کر ایمان کی محنت میں اپنا وقت استعمال کرینگے۔

مگر افسوس --- نہ تو ایمان کی اہمیت کا احساس ہے اور نہ ہی اس کی فکر۔ اس وقت کرنے کا اصل کام یہی ہے کہ مسلمانوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی محبت بیدار کی جائے

۔ جب قلوب اللہ کی محبت سے آشنا ہو جاتے ہیں تو دنیوی لذات اور ظاہری شان و شوکت سے بے نیاز ہو جاتے ہیں قرون اولیٰ کے مسلمان اللہ کی محبت سے اسقدر سرشار تھے اور انہیں اپنے رَب کی بندگی پر اس قدر ناز تھا کہ وہ کسی بڑے سے بڑے بادشاہ کی شان و شوکت اور دولت و ثروت سے مرعوب نہ ہوتے تھے ۔ وہ غریبی میں بھی جابر حاکموں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالنے اور بے سرو سامانی کے ساتھ میدان جنگ میں کود پڑنے کی ہمت رکھتے تھے ۔ وہ پکے مومن اور موحد تھے اور صرف اللہ کی ذات پر بھروسہ کرتے تھے ۔ ان میں انسانیت کی یہ اعلیٰ صفات اللہ تعالیٰ کی محبت کے نتیجہ میں پیدا ہوئی تھیں ۔ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے دل میں اپنی محبت کا بیج روز الست ہی ڈال دیا تھا مادی دنیا میں اس تخم دل میں زندگی کے آثار اہل محبت یعنی اللہ والوں کی صحبت سے پیدا ہوتے ہیں ۔ جب محبت کے اثر سے دل سراپا نور ہو جاتا ہے تو سارا نظام ہی بدل جاتا ہے ۔

دل بیدار پیدا کر

ایم محمد طالب گوجرانوالہ

دل بیدار فاروقیؓ دل بیدار کراریؓ
مس آدم کے حق میں کیمیا ہے دل کی بیداری

دل ویران ہو تو انسان اپنے آپ سے دور بھاگتا ہے اسے اپنے آپ سے وحشت ہوتی ہے ۔ وہ اپنے پاس بیٹھنا پسند نہیں کرتا ویرانے میں کون بیٹھتا ہے اس لئے وہ ہر جگہ شور و غوغا چاہتا ہے ۔ ریڈیو ۔ ٹی وی ۔ اور اونچی آواز میں ریکارڈنگ یہ سب دل کی ویرانی کے مظہر ہیں ۔

دل آباد ہو تو انسان تنہائی پسند کرتا ہے تھوڑی دیر اپنے آپ سے باتیں کرتا ہے اپنے آپ سے شناسائی پیدا کرتا ہے ۔ دل آباد ہوتا ہے اللہ کی یاد سے ۔ اللہ کی محبت سے اور

اللہ کے ذکر سے۔ یہ آباد دل اللہ تعالیٰ کے نور سے معمور ہوتا ہے ایک حدیث قدسی ہے " میں آسمان اور زمین میں نہیں سماتا مگر بندہ مومن کے قلب میں سماجاتا ہوں " جس کے دل میں اللہ تعالیٰ سمائے ہوں وہ اپنے دل کی صحبت کو چھوڑ کر کہاں جائے گا۔

عبادت کیا ہے ؟ عبادت اللہ تعالیٰ سے سرگوشی ہے اللہ تعالیٰ سے باتیں کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی خوبیوں کی تحسین کرنا ہے۔ اس کی نعمتوں میں دوسروں کو شامل کر کے اس کا شکریہ ادا ہو سکتا ہے۔ جس دل میں اللہ کی یاد نہ ہو گی اس کا حال تو ایسے ہی ہے۔

تجھ سے بچھڑ کر خود سے بھی شرما رہا ہوں میں
یہ زندگی نہیں کہ جئے جا رہا ہوں میں

روح کی خوراک محبت ہے اللہ تعالیٰ سے محبت۔ حضور ﷺ سے محبت۔ اللہ کے بندوں سے محبت، نیکی اور دین اسلام سے محبت۔ اس محبت کو عام کرنے کا نام روحانیت ہے۔ روحانی بزرگ پہلے اپنے آپ کو محبت کی آگ میں جلاتے ہیں اور پگھلاتے ہیں اور پھر یہ آگ دوسروں کے سینوں میں روشن کرتے ہیں خود جلیں اور سینہ احباب فروزاں کر دیں اس آگ کو ذکر الٰہی سے روشن رکھنا پڑتا ہے زمانے کے مدوجزر سے یہ آگ کم و بیش ہوتی رہتی ہے لیکن اہل دل کی محفل میں پھر سے بھڑک اٹھتی ہے۔ بقول علامہ اقبالؒ

جلا سکتی ہے شمع کشتہ کو موج نفس ان کی
الٰہی کیا چھپا ہوتا ہے اہل دل کے سینوں میں

اہل دل کا دوسرا نام اولیا اللہ ہے یعنی اللہ کے دوست۔ ان کا نام سخاوت اور مخلوق اللہ کی بھلائی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحمت کو خوب لوٹتے ہیں اور پھر اسے راہ سلوک کے طالبوں میں خوب لٹاتے بھی ہیں۔ اولیا اللہ ہی حقیقی بادشاہ ہیں وہ دنیوی بادشاہوں کی طرح نہیں جو صرف لوٹتے ہیں اور اپنی ذاتی اور نفسانی خواہشات کی تکمیل کرتے ہیں بلکہ یہ لوگ حاضر لوگوں پر خیرات کرتے ہیں اور غیر حاضر لوگوں کے انتظار میں رہتے ہیں وہ صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے خرچ کرتے ہیں کوئی بھی سائل خالی ہاتھ نہیں لوٹتا اپنے اپنے ظرف کے مطابق حاصل کرتا ہے۔

اگر دل کو آباد کرنا مقصود ہے تو پھر اہل دل کی محفل میں حاضری دینا اولین شرط ہے اور پھر ان کے بتائے ہوئے ارشادات کی تکمیل بھی ضروری ہے بے شک زندہ دل لوگ اس دنیا کے ہر شعبہ میں ایک تبدیلی محسوس کرتے ہیں ان کی مشکل آسان ہوتی ہے ان کا سوچنے کا انداز بدل جاتا ہے

دل زندہ و بیدار اگر ہو تو بتد ریج
بندے کو عطا کرتے ہیں چشم نگراں اور

اسی دل بیدار کی بدولت مخلوق اللہ سے محبت پیدا ہوتی ہے جو اللہ کی محبت کا مظہر ہوتی ہے اسی محبت سے یہ دنیا جنت نظیر بن جاتی ہے جوں جوں محبت بڑھتی جاتی ہے حسد، غصہ، نفرت، ناامیدی، بے زاری یہ سب منفی جذبات ختم ہوتے جاتے ہیں اور زندگی آسان سے آسان تر ہوتی چلی جاتی ہے۔ معاشرہ کے اعصاب میں تناؤ اصل میں اسی وجہ سے ہے جب تک محبت کا دور دورہ نہ ہو گا بیماری بڑھتی چلی جائے گی۔ آؤ کسی اہل محبت سے دوستی کرلیں اور اپنا دامن اس نعمت لازوال سے بھرلیں۔ اپنے دلوں کو بیدار کرلیں یہ دل زندہ ہی اللہ سے تعلق پیدا کر سکتا ہے اور اسی دل میں اللہ کی ذات جلوہ افروز ہو سکتی ہے.

ترا تن روح سے ناآشنا ہے
عجب کیا آہ تیری نارسا ہے
تن بے روح سے بے زار ہے حق
خدائے زندہ زندوں کا خدا ہے

اپنے آپ کو سمجھنے کی کوشش کیجئے سب سے بڑی جہالت یہ ہے انسان اپنے متعلق جاہل ہو اور اپنے آپ کو وہی بھولتے ہیں جو اللہ کو بھلا دیتے ہیں۔ یہ سب کچھ تبھی ممکن ہے

کہ آپ اہل دل کے ساتھ انتہائی عقیدت کے ساتھ وابستہ ہوں اور اپنے اندر اپنی اصلاح کی طلب صادق موجود ہو جس قدر دلی تعلق کسی روح حق سے گہرا ہو گا اسی قدر اپنی زندگی کو خوبصورت دیکھو گے

تم نہ مانو مگر حقیقت ہے
عشق انسان کی ضرورت ہے
ان کی محفل میں بیٹھ کر دیکھو
زندگی کتنی خوبصورت ہے

اسلام میں تصور عشق

عبدالقیوم ہاشمی

انسان پیدائش سے لے کر مرنے تک خود کو ایک ایسے نظام میں جھکڑا ہوا پاتا ہے جس کا اختیار اس کے اپنے پاس نہیں ہوتا جب کچھ ہوش سنبھالتا ہے تو اپنے اردگرد کچھ لوگوں کی محبت محسوس کرتا ہے جن میں سرفہرست اس کے والدین ہوتے ہیں۔ وہ اس دنیا سے رخصت ہونے تک مختلف روپ میں اپنے اندر جذبہ محبت کو پروان چڑھتا ہوا دیکھتا ہے۔ دراصل جذبہ محبت انسانی فطرت میں شامل ہے اس میں شک نہیں کہ محبت کا یہ جذبہ رب کائنات کا ہی پیدا کردہ ہے۔ مگر یہ محبت ایک سطحی حیثیت رکھتی ہے جس خالق نے اس محبت کو انسانوں کے درمیان تقسیم کیا اس کی اپنی مخلوق سے محبت کا اندازہ کرنا ناممکن ہے محبت ہی ایک ایسا جذبہ ہے والدین اپنے بچے کی بہترین پرورش کے لئے اپنی جان کی پرواہ تک نہیں کرتے محبت ہی وہ خاص صفت ہے جس کی بنیاد پر معاشرہ کی احسن تعمیر ہوتی ہے۔ اگر تمام معاشروں پر نظر دوڑائی جائی تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ سے محبت و تعلق کا معاملہ تمام مذاہب اور قوموں میں کسی نہ کسی صورت میں ضرور پایا جاتا ہے یہودیوں کے ہاں گو اللہ سے محبت کا تعلق تو پایا جاتا ہے مگر وہ اس قدر محدود ہے کہ محبت الٰہی پہ خوف و خشیت زیادہ غالب نظر آتی ہے بلکہ خشیت الٰہی کے اضافہ سے اللہ سے نہ امیدی پیدا ہو جاتی

ہے عیسائیوں کے ہاں اللہ کی ذات رحیم اور سراپا محبت تصور کی جاتی ہے ان کی تعلیمات میں خشیت الٰہی کا کہیں پتہ نہیں چلتا اس سے یہ خرابی پیدا ہوتی ہے کہ انسان گناہ پہ گناہ کرتا چلا جاتا ہے اور کسی خوف اور پکڑ کی پرواہ نہیں کرتا۔ یہ تمام تصورات کیوں کہ من گھڑت ہیں ۔ اور اللہ کی جانب سے متعین کردہ نہیں ہیں اس لئے محبت و خشیت میں افراط و تفریط سے اللہ سے تعلق مستحکم ہونے کی بجائے کمزور ہو جاتا ہے یہ اسلام ہی ہے جس نے اس فرق اور غلط تصور کو ختم کیا اور اعتدال کی راہ دکھائی یہ کوئی شخصی تصور نہیں بلکہ من جانب اللہ ایک حقیقت ہے اسلام انسان کو اللہ سے محبت کا درس بھی دیتا ہے اور ساتھ ساتھ نفس کی بغاوت کو کچلنے کے لئے خشیت الٰہی سے بھی آگاہ کرتا رہتا ہے کہ نسل انسانی اپنے حقیقی مقصود یعنی قرب الٰہی سے غافل نہ ہونے پائے کیونکہ ایمان کی حقیقت خوف اور رجا کے درمیان ہے اگرچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نفس کے لئے رحمت لکھ رکھی ہے اور اللہ کی رحمت سے کبھی بھی ناامید نہیں ہونا چاہیے لیکن اللہ کے لئے بے پایاں رحمت کے ساتھ ساتھ اس کی بے نیازی کا خوف بھی رہنا چاہیے تاکہ گناہوں پر جسارت نہ ہو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے

"جان لو کہ اللہ سخت عذاب دینے والا ہے اور یہ کہ اللہ بخشنے والا مہربان بھی ہے" (النساء۔ 98)

اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ نے انسان کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے مگر عبادت کا مفہوم صرف دینی فرائض یعنی نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، کی ادائیگی ہی نہیں بلکہ اس کا وسیع مفہوم یہ ہے کہ انسان اپنی زندگی کے تمام امور اپنے محبوب اور مالک حقیقی کی اطاعت محبت کی چاشنی کے ساتھ غلاموں کی طرح سرانجام دے انسان اس وقت تک کامل بندگی اختیار نہیں کرسکتا جب تک اس میں محبت کا عنصر شامل نہ ہو سچ تو یہ ہے کہ انسان کی تخلیق محبت کے وصف کی ہی بنا پر کی گئی تھی کیونکہ اطاعت و غلامی تو اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوقات پہلے ہی سے کر رہی تھیں حقیقی عبادت محبت و اطاعت کے مجموعہ کا نام ہے عربی زبان میں جسم اور روح کے مجموعہ کو "بندہ" کہا جاتا ہے لہٰذا کوئی بھی اس وقت تک عبدیت و

قرب کے مقام کو حاصل نہیں کر سکے گا جب تک اس کی روح اور جسم دونوں اپنے مالک کی بخوشی بندگی نہ کریں۔ اب دیکھنا یہ چاہیے کہ محبت و اطاعت میں سے سب سے پہلے کس کو اختیار کرنا چاہیے؟ سب سے بہتر طریقہ تو یہ ہے کہ محبت اور اطاعت کو بیک وقت انجام دیا جائے محبت کی حلاوت اور لذت اطاعت کاملہ کے دروازے خود بخود کھول دے گی بغیر اطاعت محبت کا دعوہ اپنی حیثیت کھو دیتا ہے اطاعت کی راہ میں سختیاں اور دشواریاں برداشت کرنا محبت کا ثبوت اور سالک کے قلب سرور میں اضافہ کا باعث بنتا ہے حتیٰ کہ تمام سختیاں اپنے مالک و محبوب کا خوبصورت تحفہ محسوس ہونے لگتی ہیں بقول شاعر

جفا جو عشق میں ہوتی ہے وہ جفا ہی نہیں
ستم نہ ہو تو محبت میں کچھ مزہ ہی نہیں

اسی لئے اس مقام کے بارہ میں کچھ لوگوں کو کہنا پڑا

ہمارے ہاں مصیبت و نعمت میں کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ ان کا سرچشمہ ایک ہی ذات ہے ہمارے لئے اس کی رضا کی طلب ہی ایسی چیز ہے جس سے کہ دل کا کنول کھل سکتا ہے

محبت اور کامل اطاعت کی بلندیوں کو چھونے کے لئے یہ امر بھی بہت اہم ہے کہ مالک کی پسند ناپسند پہ اپنی پسند ناپسند کو قربان کر دیا جائے یعنی رضائے الٰہی پر عمل پیرا ہونا چاہیے محبت کے مختلف روپ مل کر خاندان اور معاشرہ کی تشکیل کرتے ہیں اسلام اللہ اور بندہ کے باہمی رشتہ کو ان جسمانی اور انسانی رشتوں سے مضبوط تو کرنا چاہتا ہے مگر وہ محبت کے اس تخیل کو مادیت سے بالکل پاک اور منزہ کرنا اور محض روحانی تعلق سے محبت کو پروان چڑھانا چاہتا ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ اپنی ذات کو باپ کا رتبہ دینے کو بھی شرک اور ظلم قرار دیتا ہے۔

لفظ اللہ عربی لغت میں الہٰ سے نکلا ہے الہٰ کے اصل معنی غم. محبت اور تعلق خاطر کے ہیں جسے کہا جاتا ہے "الہ الفصیل بامہ" یعنی وہ بچہ جس کا دودھ چھڑایا گیا بیقرار ہو کر ماں سے لپٹ گیا اردو زبان میں بھی والہ وشیدا استعمال ہوتا ہے علامہ ابن قیم فرماتے ہیں کہ الہٰ

سے مراد وہ ذات ہے کہ جس کی محبت میں دل بیقرار ہوتے ہیں۔ اس کی جلالت شان سے مرعوب ہوں۔ اسی کی طرف رجوع کرتے ہوں۔ اسی کا اکرام و تعظیم کرتے ہوں۔ اسی سے امیدیں باندھتے ہوں اور اسی پر بھروسہ رکھتے ہوں۔

امام تیمیہؒ محبت کی تعریف کے متعلق فرماتے ہیں محبت کی اس سے زیادہ اور کوئی تعریف نہیں کی جا سکتی کہ وہ محبت ہے محبت کی جس قدر وضاحتیں کرتے جاؤ بات اور الجھتی چلی جاتی ہے اس کی تعریف خود اس کا اپنا وجود ہے محبت بس محبت ہی ہے۔ اس پر گفتگو کرتے ہوئے جن لوگوں نے تشریحات کیں وہ صرف اس کے اسباب، علامات، شواہد، ثمرات اور احکام پر گفتگو کر سکے۔ نفس محبت پر گفتگو کرنا بہت مشکل ہے اب سوال یہ ہے کہ محبت الٰہی کا نور کس چشمہ سے پھوٹتا ہے؟ یعنی وہ کونسا وسیلہ ہے جس کے ذریعے یہ حاصل ہوتا ہے کیونکہ یہ سوال اللہ کی محبت سے متعلقہ ہے لہٰذا اس کا جواب بھی اللہ ہی سے طلب کرنا چاہیے

ترجمہ (اے حبیب ﷺ آپ کہہ دیجئے اگر تم اللہ کی محبت چاہتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا)

لہٰذا یہ معلوم ہو گیا کہ اللہ کی محبت اور قربت نہ تو جنگلوں میں چلے کاٹنے سے اور نہ ہی راہبوں کی طرح دنیا کی نعمتوں کو چھوڑنے سے حاصل ہوتی ہے بلکہ یہ صرف اور صرف محسن کائنات فخر موجودات حضرت محمد ﷺ کی کامل پیروی اور اتباع میں حاصل ہوتی ہے اس آیت سے یہ وضاحت بھی ہو گئی کہ اللہ تک پہنچنے اور اس کا قرب حاصل کرنے کے لئے اتباع نبوی ہی وسیلہ ہے اس لئے جو لوگ تقرب الٰہی کے لئے وسیلہ کی مختلف تشریحات کرتے ہیں وہ بھی باطل ٹھہرتی ہیں لہٰذا نبی کریم ﷺ سے تعلق قائم کئے بغیر بات نہیں بنتی بقول اقبال دل بحق بند و راہ مصطفےٰ برو۔

بخاری و مسلم میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا "تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک صاحب ایمان نہیں ہو سکتا جب تک وہ مجھے اپنے بیٹے اپنے باپ حتیٰ کہ تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ٹھرالے"

ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطابؓ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ آپ کی ذات گرامی مجھے اپنی ذات کے علاوہ دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا مجھ کو اس ذات گرامی کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ جب تک میں تمھیں اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب نہ ہو جاؤ اس وقت تک تم صاحب ایمان نہیں ہو سکتے تو اس پر حضرت عمرؓ بولے (اب آپ ﷺ مجھے میری جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں) تو آپ نے ارشاد فرمایا اے عمراب بات بنی (صحیح بخاری)

بخاری ہی کی روایت ہے کہ ایک صحابی شراب خوری کے جرم میں بار بار حضور ﷺ کے سامنے لایا گیا تو صحابہ میں سے کسی شخص نے اس پر لعنت کر دی رحمت اللعالمین ﷺ کو یہ بات پسند نہ آئی فرمایا

"اس پر لعنت نہ کرو کیونکہ اس کو اللہ اور رسول سے محبت ہے"

یہ بات یاد رہے کہ کہ اللہ سے عشق و محبت کے لئے محض ذکر و نماز ہی کافی نہیں بلکہ اخلاق حسنہ اور تزکیہ نفس کے علاوہ نبی کریم ﷺ صحابہ اور صلحاکرام سے محبت اور اہل محبت یعنی اولیا اللہ کی صحبت اختیار کرنا بھی انتہائی ضروری ہے کیونکہ ان بزرگوں میں نبی کریم ﷺ سے یہ فیض سینہ بہ سینہ چلا آرہا ہے اور اس طرح قیامت تک جاری رہے گا قرآن کریم میں بھی اس قسم کا ارشاد ملتا ہے۔

ترجمہ۔ اور جو شخص میری طرف رجوع کرے اس کے راستے پر چلنا۔ (لقمان۔ 15)

اہل اللہ اور ان کی دوستی کے متعلق احادیث میں بیش قدر ہدایات ملتی ہیں حاکم میں ہے کہ مومن بندہ محبت ہے جہاں یہ دوسروں کو چاہتا ہے وہاں دوسرے بھی اسے دل و جان سے چاہتے ہیں اور جو محبت سے عاری ہے اس میں خیر کا کوئی پہلو نہیں"

"عرش کے گرداگرد منبر ڈال دیے جائیں گے جن پر ایک قوم ہو گی جن کا لباس نورانی ہو گا اور جن کے چہرے بھی نورانی ہوں گے یہ نہ تو انبیاء ہوں گے اور نہ ان کا تعلق شہدا میں سے ہو گا بلکہ یہ دونوں گروہ ان کی خوش بختیوں پر رشک کریں گے۔ آنحضرت سے

پوچھا گیا یہ کون لوگ ہیں ؟ فرمایا اللہ کے لئے محبت کرنے والے اللہ کے لئے باہم مل جل کر بیٹھنے والے اور اللہ ہی کے لئے ایک دوسرے سے میل جول رکھنے والے ایک حدیث ہے "اللہ کے لئے محبت اسی کے لئے نفرت و بغض ایمان کی مضبوط تر رسی ہے"

اہل اللہ کی رفاقت کے متعلق حضرت علیؓ کا قول ہے۔

اور تمہارے کچھ دوست اور بھائی ہونے چاہیں تاکہ دنیا اور آخرت میں ان کے اخلاص اور خیر سگالی سے کام لیا جائے کیا اہل جہنم کے قول کو تم نے نہیں سنا سو ہمارے لئے نہ تو سفارش کرنے والے ہیں اور نہ قلبی دوست"؟

اب حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کا قول بھی ملاحظہ فرمائیں

بخدا اگر میں دن بھر روزے سے رہوں اور افطار نہ کروں رات بھر قیام کروں اور خدا کی راہ میں اپنا سارا اثاثہ دے ڈالوں اور پھر اسی حالت میں مرجاؤں کہ میرے دل میں نہ تو ان لوگوں کی محبت ہو جو اللہ کے فرمانبردار ہیں اور نہ ان کے لئے بغض ہو جو اللہ کے نافرمان ہیں تو ان سب اعمال کا مجھے کچھ فائدہ پہنچنے والا نہیں"

حضرت فضیل نے اس مضمون کو مزید اجاگر کر دیا ہے

" آہ تو چاہتا ہے کہ میرا ٹھکانہ فردوس میں ہو اور اللہ کے گھر میں نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور صلحا کی لطف و رفاقت سے بہرہ مند ہو۔ مگر کسی برے پر کیا تو نے کوئی ایسا کام کیا ہے کسی رغبت سے کنارہ کشی کی ہے کسی غصہ کو دبایا ہے کسی ٹوٹے ہوئے رشتہ کو جوڑا ہے کسی بھائی کی لغزش پر پردہ ڈالا ہے یا کسی قریبی کو اللہ کی خاطر دور ہٹایا ہے اور کسی بعید کو اللہ کے لئے قرب بخشا ہے؟ اگر یہ نہیں کیا تو اس مراتب کے پالینے کی امید نہ رکھو

اہل اللہ سے محبت کے ساتھ ساتھ اللہ کی دیگر مخلوق سے بھی پر خلوص محبت کی جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اپنی مخلوق کو اپنی نشانیاں قرار دیا ہے لہٰذا اخلاق حسنہ اور مخلوق سے پیار بھی دراصل اللہ کی محبت کی دلیل ہے اور یہی وہ محبت کی طرز ہے جس کی تشریح مجنوں بن عامر کے اشعار میں ملتی ہے۔

امر علی الدیار لیلیٰ اقبل ذالجدار ذالجدار

میرا جب بھی دیار لیلیٰ پر گذر ہوتا ہے تو یہ کیفیت طاری ہوتی ہے کہ کبھی ایک دیوار کو بوسا دوں اور کبھی دوسری کو

وما حب الدیار شغفن قلبی و لکن حب من سکن الدیارا

مگر اس سے یہ نہ سمجھا جائے ان دیار نے میرے قلب و جسم پر قبضہ کر رکھا ہے نہیں بلکہ میرے دل پر تو اس محبوب کی حکمرانی ہے جس نے کبھی ان دیار میں سکونت اختیار کی ہے

طبرانی اور ابوداؤد میں بھی اس قسم کی حدیث ملتی ہے آں حضرت ﷺ کی خدمت میں جب کوئی تازہ پھل پیش کیا جاتا تو آپ اس کو آنکھوں پر لگاتے اور ازراہ تکریم فرماتے یہ ابھی ابھی ہمارے پروردگار سے آیا ہے

مگر افسوس ناک بات یہ ہے کہ آج ہم مسلمان بھائی اللہ کی محبت اور رسول اللہ ﷺ کی محبت اور صلحاء کرام کی صحبت چھوڑ کر مسلکی بحثوں میں الجھ کر رہ گئے ہیں۔ امت رسول ﷺ کے اتحاد کی کسی کو فکر نہیں ہے بلکہ آپس میں ہی دست و گریباں ہیں اللہ کی تائید اور نصرت سے سلسلہ توحیدیہ ملت واحدہ کے لئے سرگرم عمل ہے اس سلسلہ میں مسلکی بحث کی بجائے اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ سے محبت کا درس دیا جاتا ہے مسلکی بحث سے پرہیز سلسلہ کی تعلیمات میں اہم حیثیت رکھتی ہے اللہ سے دعا ہے کہ وہ تمام مسلمانوں کو متحد ہونے کی توفیق عطا فرمائے اور اسلام کا پیغام محبت چار سو پھیلانے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

شرح صدر

عامر رشید انصاری

میرا نام عامر رشید انصاری ہے اور میں گکھڑ کا رہائشی ہوں بچپن میں گھر والوں کے ہمراہ ایک پیر صاحب کے ہاتھ بیعت ہوا وہ پیر صاحب ایک نامی گرامی سید خاندان سے تھے۔ انہوں نے تعویذات اور دم درود کا بھی سلسلہ رکھا ہوا تھا میرا بچپن کا زمانہ تھا میں بڑے مزے میں تھا نماز پنجگانہ ادا کرتا تھا اسلامی کتب کا بہت مطالعہ کرتا تھا کافی اچھا وقت گزرتا رہا۔ ایک دفعہ پیر صاحب نے ہمارے بہنوئی سے امریکہ کے ویزے کے لیے ایک لاکھ کے قریب رقم حاصل کی اور اس رقم پر ہاتھ صاف کر گئے یہ غالباً" 1986 کی بات ہے اس کے بعد لفظ پیر سے مجھے سخت چڑ ہو گئی وقت گزرتا گیا پیر صاحبان سے تھوڑا بہت واسطہ رہا میرے تجربے میں یہی بات تھی کہ پیر صرف تعویذ گنڈوں اور عزت و تعظیم کے لئے ہی رہ گئے ہیں۔ ہمارے سلسلہ کے بھائی محمد یونس ہاشمی صاحب میرے کافی اچھے دوست تھے یہ اکثر قبلہ مرشد کے بارے میں بتاتے اور مجھے سلسلہ میں شمولیت کی دعوت دیتے تھے مگر میں انہیں اس معاملہ میں نظرانداز ہی کرتا رہا یونس صاحب کے بڑے بھائی عبدالقیوم ہاشمی گکھڑ کے خادم حلقہ بھی ہیں ان کے بارے میں جب مجھے پتہ چلا کہ وہ بھی اس سلسلہ سے بیعت ہیں تو میں سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ اس سلسلہ میں ضرور کوئی ایسی بات ہے کہ عبدالقیوم صاحب جنہوں نے ایم ایس سی کر رکھی ہے قائل ہو گئے ہیں اس دور میں تو نوجوانوں سے ایسی توقع نہیں کی جا سکتی پھر کون سی چیز انہیں سنبھالے ہوئے ہے مجھے بھی قبلہ مرشد سے ملنے کا اشتیاق ہوا مگر مسئلہ یہ تھا کہ میں کسی سے متاثر نہیں ہو سکتا تھا اس لئے کسی کو پیر ماننا میرے لئے نہ ممکن تھا بہرحال ایک روز قبلہ مرشد سے ملاقات کے لئے میں یونس ہاشمی کے ہمراہ چل پڑا آج قبلہ مرشد سوہاوہ (ڈسکہ) میں عبدالرشید ساہی صاحب کے گھر تشریف فرما تھے ہم کمرے میں داخل ہوئے تو قبلہ مرشد سامنے تشریف فرما تھے لیکن مجھے وہاں کوئی پیر صاحب نظر نہ آئے کہ ان کا کوئی مخصوص لباس ہو۔ بہرحال قبلہ مرشد نے سفید کپڑے اور

سادہ سی ٹوپی پہن رکھی تھی مگران کا چہرہ بتا رہا تھا کہ وہ ان سب لوگوں سے مختلف ہستی ہیں۔
یونس صاحب نے میرا تعارف کروایا میں قبلہ مرشد کے پاس ہی بیٹھ گیا ان کی باتیں سنیں بہت
ہی لطف آیا وہاں سے واپس آئے میں دل ہی دل میں سوچ رہا تھا کہ قبلہ مرشد میں کوئی ایسی
بات ضرور ہے جو مجھے کھینچ رہی ہے وگرنہ گھر آکر میں انہیں کبھی یاد نہ کرتا پھر میں سوچنے لگا
کہ ان میں ایسی کون سی بات ہے جس نے مجھے متاثر کیا ہے اس دوران میں نے جب علامہ
اقبالؒ کی کتاب کھولی تو ایک شعر پر میری نظر رکی۔

خرد کے پاس خبر کے سوا کچھ نہیں
تیرا علاج نظر کے سوا کچھ نہیں

اس شعر کا پڑھنا تھا کہ میری ساری مشکل حل ہو گئی میں خود کو مات دینے میں
کامیاب ہو گیا اور اسی وقت اپنے دل میں قبلہ حضرت محمد صدیق ڈار صاحب کو اپنا مرشد
جان لیا حلقہ ذکر میں جانے لگا۔ توجہ (روحانی فیض) کا پتہ چلا دل کو سکون اور اطمینان میسر آگیا
کبھی میں محبت کے لفظ سے بھاگتا تھا کہ انسان محبت کر کے مجبور ہو جاتا ہے پابند ہو جاتا ہے نہ
اپنی مرضی سے جی سکتا ہے نہ مرسکتا ہے آج سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے توسط سے قبلہ عبدالحکیم
انصاریؒ کی تعلیمات کے مطابق عالمگیر محبت کے ضمن میں ہر چیز پر پیار آتا ہے حتیٰ کہ۔

مجھکو دشمن کے ارادوں پہ بھی پیار آتا ہے
تیری الفت نے محبت میری عادت کر دی

خدا تعالیٰ ہمارے مرشد قبلہ حضرت محمد صدیق ڈار صاحب کو عمر دراز اور صحت
کاملہ عطا فرمائے اور وہ اسی طرح توحید کا مشن لے کر چلتے رہیں اور خدا تعالیٰ یونس ہاشمی
صاحب کو بھی اس کا اجر عطا فرمائے کہ انہوں نے مجھے سلسلہ عالیہ توحیدیہ سے روشناس کروا
کر توحید کی صحیح راہ دکھلائی (آمین)

لیڈی بارنس (انگلستان)

محمد یونس ہاشمی گکھڑ

اس واقعے کی روایت علامہ اقبالؒ نے کی ہے ۔ یہ بصیرت افروز داستان علامہ مرحوم کی فرمائش پر لکھی جانے والی کتاب "اسلام زندہ باد" میں چھپی تھی اور وہیں سے نقل کی جا رہی ہے ۔

حکیم الامت علامہ اقبال نے ارشاد فرمایا ۔

مسٹر داؤد آپس کی طرح لیڈی بارنس کا قبول اسلام بھی اپنے اندر عجب کے کئی پہلو رکھتا ہے ، آپ ایک نو مسلم فوجی انگریز کی بیوی تھیں ۔ چند سال کا ذکر ہے ۔ یہ دونوں میاں بیوی ایک مقدمے کے سلسلے میں ملوث ہو کر میرے پاس آئے چونکہ الزامات سراسر جھوٹے تھے اس لئے عدالت نے انہیں باعزت بری کر دیا ۔ چونکہ وکالت کے فرائض میں نے انجام دئے تھے اس لئے چند روز بعد لیڈی بارنس میرا شکریہ ادا کرنے کے لئے لاہور تشریف لائیں اس وقت میں نے سوال کیا ، لیڈی صاحبہ ! آپ کے مشرف اسلام ہونے کے اسباب کیا ہیں ؟

"مسلمانوں کے ایمان کی پختگی ، ڈاکٹر صاحب" لیڈی موصوف نے جواب دیا اور وضاحت میں ایک واقعہ سنایا ۔

"ڈاکٹر صاحب ! میں نے دیکھا کہ دنیا بھر میں کوئی بھی قوم ایسی نہیں ہے جس کا مسلمانوں کی طرح ایمان پختہ ہو بس اسی چیز نے مجھے اسلام کا حلقہ بگوش بنا دیا" لیڈی بارنس نے تھوڑا سا تامل فرمایا اور کہا "ڈاکٹر صاحب ! میں ایک ہوٹل کی مالکہ تھی میرے ہوٹل میں ایک ستر سالہ بوڑھا مسلمان ملازم تھا ۔ اس بوڑھے کا فرزند نہایت ہی خوبصورت نوجوان تھا ۔ ایک وبائی بیماری میں یہ لڑکا چل بسا تو مجھے بے حد صدمہ ہوا ۔ میں بوڑھے کے پاس تعزیت کے لئے گئی ، اسے تسلی دی اور دلی رنج و غم کا اظہار کیا ۔ بوڑھا غیر متاثر حالت میں

میری باتیں سنتا رہا اور جب میں خاموش ہو گئی تو اس نے نہایت شاکرانہ انداز میں آسمان کی طرف انگلی اٹھائی اور کہا! "میم صاحبہ! یہ خدا کی تقدیر ہے خدا کی امانت تھی. خدا لے گیا. اس میں غمزدہ ہونے کی کیا بات ہے ہمیں تو ہر حالت میں خدائے غفور کا شکریہ ادا کرنا واجب ہے"

ڈاکٹر صاحب! بوڑھے کا آسمان کی طرف انگلی اٹھانا ہمیشہ کے لئے میرے دل میں پیوست ہو گیا۔ میں بار بار اس کے الفاظ پر غور کرتی تھی اور حیران تھی کہ الٰہی اس دنیا میں اس قسم کے شاکر، صابر اور مطمئن دل بھی موجود ہیں۔ جستجو ہوئی کہ بوڑھے نے ایسا پر استقامت دل کیسے پایا؟ اسی غرض سے میں نے پوچھا کہ کیا مرحوم کے اہل و عیال بھی ہیں۔ وہ کہنے لگا "ایک بیوی ہے اور ایک چھوٹا بچہ" بوڑھے کے اس جواب نے میری حیرت کو کم کر دیا۔ میں نے اس کے اطمینان قلب کی یہ تاویل کی کہ چونکہ پوتا موجود ہے اس واسطے وہ اس کی زندگی اور محبت کا سہارا بنے گا۔

اس واقعہ کو زیادہ مدت نہیں گزری تھی کہ یتیم بچے کی ماں بھی چل بسی۔ اس سے میرے دل کو بہت تکلیف ہوئی۔ بوڑھے کی بہو کا غم میری عقل پر چھا گیا۔ تعزیت کے لئے میں اس کے گاؤں روانہ ہوئی اس وقت جذبات و تخیلات کی ایک دنیا میرے ہمرکاب تھی۔ سوچتی تھی اس تازہ مصیبت نے بوڑھے کی کمر توڑ دی ہوگی۔ وہ ہوش و حواس کھو چکا ہو گا۔ یتیم بچے کی کم سنی اسے نڈھال کر رہی ہو گی۔ میں انہی خیالات میں غلطاں بوڑھے کے گھر پہنچی تو وہ سر جھکائے لوگوں کے ہجوم میں بیٹھا تھا۔ میں نے اس کی تازہ مصیبت پر افسوس کا اظہار کیا اور اسے اپنی ہمدردی کا یقین دلایا۔ بوڑھا میری ہمدردانہ باتیں بڑے سکون سے سنتا رہا. لیکن اس کے جواب کی نوبت آئی تو اس نے پھر اپنی انگلی آسمان کی طرف اٹھا دی اور کہا "میم صاحب! خدا کی رضا میں کوئی بشر دم نہیں مار سکتا۔ اسی کی شے تھی وہی لے گیا ہے ہمیں ہر حال میں اس کا شکریہ ادا کرنا چاہیے"

"ڈاکٹر صاحب" لیڈی بارنس نے حد درجہ حیرت کے انداز میں کہا "میں جب تک بوڑھے کے پاس بیٹھی رہی نہ اس کے سینے سے آہ نکلی. نہ آنکھ سے آنسو گرا اور وہ

اس طرح اطمینان کی باتیں کرتا تھا گویا اس نے اپنے اکلوتے بیٹے اور بہو کو زمین میں دفن نہیں کیا بلکہ کوئی فرض ادا کیا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد میں واپس لوٹ آئی مگر سارے راستے بوڑھے کے ایمان کی پختگی پر غور کرتی رہی۔ یہ خیال مجھے تنگ کرتا تھا اور حیرت زدہ بھی کہ اس درجہ مصیبت میں کسی انسان کو یہ استقامت اور صبرو شکر کی نعمت کیسے نصیب ہو سکتی ہے۔

شومئی قسمت کہ چند روز بعد بوڑھے کا معصوم پوتا بھی وفات پا گیا۔ اس اطلاع کے بعد میں نے اپنی اندازہ شناسی کی تمام قابلیتوں کو نئے سرے سے جمع کیا اور بے قراری کے عالم میں اس کے پاس گاؤں پہنچی۔ مجھے یقین تھا کہ اب لاوارث بوڑھا صبرو قرار کھو چکا ہو گا اس کا دل و دماغ معطل ہو گا اور ناامیدی اس کی امید کے تمام رشتے منقطع کر چکی ہو گی مگر یہ دیکھ کر خود میرے حواس جواب دینے لگے کہ بوڑھا اسی سکون کی حالت میں ہے جس کا تجربہ میں دو مرتبہ کر چکی تھی۔ میں نے نہایت دل سوزی کے ساتھ اس کے مصائب پر غم کا اظہار کیا وہ سر جھکائے میری باتیں سنتا رہا۔ کبھی کبھی اس کے سینے سے آہوں کی صدا بھی آتی۔ وہ سخت غمگین بھی تھا۔ مگر میرے خاموش ہونے پر اس نے کمال صبرو تحمل سے جواب دیا "میم صاحب یہ سب خدا کی حکمت کے کھیل ہیں اس نے جو کچھ دیا تھا خود ہی واپس لے لیا ہے۔ اس میں ہمارا تھا ہی کیا۔ پھر ہم اپنے دل کو برا کیوں کریں بندے کو ہر حال میں خدا کا شکر ہی ادا کرنا چاہیے۔ ہم مسلمانوں کو یہی حکم ہے کہ اللہ کی رضا پر صبر کریں۔"

لیڈی بارنس درد دل کی کفیتوں سے لبریز تھی۔ اس نے اپنا دایاں ہاتھ اٹھایا اور رندھی ہوئی آواز میں کہا "ڈاکٹر صاحب! بوڑھے کا یہ جواب میرے لئے قتل کا پیغام تھا اس کی انگلی آسمان کی طرف اٹھی ہوئی تھی مگر نشتر بن کر میرے دل میں اتر گئی تھی۔ میں نے اس مرد ضعیف کی پختگی ایمان کے سامنے ہمیشہ کے لئے سر جھکا دیا۔ مجھے یقین حاصل ہو گیا کہ بوڑھے کا یہ اطمینان قلب مصنوعی نہیں حقیقی ہے۔ اب یہ گاؤں میں اکیلا تھا۔ میں نے اسے اپنے ساتھ چلنے کی دعوت دی . اس نے شکریہ ادا کیا اور بے تکلف میرے ساتھ ہوٹل میں

چلا آیا۔ یہاں وہ دن بھر ہوٹل کی خدمت کرتا اور رات کو خدا کی یاد میں مصروف ہو جاتا تھا
۔

کچھ عرصے کے بعد ایک روز بوڑھے نے قبرستان جانے کا ارادہ کیا۔ تجسّس کا جذبہ مجھے بھی اس کے ساتھ لے گیا۔ میں دیکھنا چاہتی تھی کہ اب اس کے جذبات کیا صورت اختیار کرتے ہیں۔ قبرستان میں پہنچ کر وہ شکستہ قبروں کو درست کرنے لگا۔ وہ مٹی کھود کھود کر لاتا اور قبروں پر ڈالتا۔ پھر وہ پانی لے آیا اور قبروں پر چھڑکاؤ کرنے لگا۔ اس کے بعد اس نے وضو کیا. ہاتھ اٹھائے اور اہل قبرستان کے حق میں دعا کر کے واپس چل دیا میں نے اس تمام عرصے میں نہایت احتیاط سے اس کی حرکات و سکنات کا جائزہ لیا اور محسوس کیا کہ اس کے ہر کام میں اطمینان کا نور اور ایمان کی پختگی جلوہ گر ہے میرے دل میں وہ چنگاری جو ایک مدت سے آہستہ آہستہ سلگ رہی تھی. یکایک بھڑک اٹھی. مجھے یقین ہو گیا کہ بوڑھے کی خوبی نہیں بلکہ اس دین حق کا کمال ہے جس کا یہ بوڑھا پیرو ہے۔ مین نے اسی وقت مسلمان ہونے کا حتمی فیصلہ کر لیا اور ہوٹل میں پہنچ کر اس سے کہا کہ کوئی ایسی مسلمان عورت بلا لائے جو مجھے اسلامی تعلیم دے۔ بوڑھا فی الفور اٹھا اور اپنے ملا کی لڑکی کو بلا لایا۔ اس نے مجھے خدا اور رسول ﷺ پر ایمان لانے کی ترغیب دی اور لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ کا سبق سکھایا۔

"ڈاکٹر صاحب" لیڈی بارنس نے روح پرور لہجے میں کہا "اب میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مسلمان ہوں۔ اور وہی عظیم الشان قوت ایمان جس سے بوڑھے کا دل سرشار تھا اپنے سینے میں موجود پاتی ہوں۔"

سلام و پیام

الحمد للہ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے مجلّہ کا پہلا شمارہ آپ کے ہاتھوں میں ہے اللہ کے فضل سے سلسلہ کی تعلیمات کے فروغ کے لئے رسالہ کا اجراء حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاری ؒ کا خواب اب حقیقت کا روپ دھار چکا ہے۔ تمام برادران سلسلہ اس عظیم کام پر مبارک باد کے مستحق ہیں ○ مجاز شیخ سلسلہ جناب مولوی محمد یعقوب صاحب ملازمت کے سلسلہ میں لاہور سے نیویارک منتقل ہو گئے ہیں جناب یعقوب صاحب نے محترم شیخ سلسلہ جناب محمد صدیق ڈار صاحب اور تمام برادران سلسلہ کو محبت بھرا سلام بھیجا ہے۔

حلقہ گکھڑ کے بھائی وحید صاحب کی نانی اماں، گوجرانوالہ کے بھائی حاجی محمد امین صاحب کے بہنوئی، مجاز شیخ سلسلہ جناب محمد صدیق صاحب (گوجرانوالہ) کی بھاوج جو کہ وفات پا چکی ہیں تمام بھائیوں سے گذارش ہے کہ وہ ان سب کے لئے دعائے مغفرت فرمائیں۔

جن بھائیوں نے رسالہ کے لئے ممبر شپ حاصل نہیں ان سے گذارش ہے کہ وہ جلد از جلد ممبر شپ حاصل کر لیں۔

جو بھی بھائی رسالہ کے لئے اپنی تحریریں بھیجنا چاہتے ہیں اس سے گذارش ہے کہ وہ جلد از جلد روانہ فرمائیں۔

خودی کا راز

عبدالرشید ساہی ڈسکہ

(1) خودی کیا ہے؟ خود اپنے اسرار و رموز سے واقفیت اور اپنی حقیقت سے آگاہی خودی کہلاتی ہے اگر انسان اپنے آپ سے مکمل آگاہی حاصل کر لے تو ذات حق کو بے پردہ دیکھ سکتا ہے۔ دیدار حق کے لئے شرط اول یہی ہے کہ وہ خود اپنی نظر سے پوشیدہ نہ ہو۔

علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں۔ اگر تو اپنی حقیقت سے آگاہ ہو جائے اور تیرے خودی تجھ پر آشکارا ہو جائے تو تیری تمام تر بدبختی ختم ہو جائے اور پھر ہر برے کام سے تو خود بخود اجتناب کرنے لگے یہی نہیں بلکہ اگر تو اپنی خودی کو محکم کر لے تو اس بزم جہان کو بھی درہم برہم کر سکتا ہے تو زندگی کے رموز سے باخبر ہو جا اور غیر اللہ سے بے خبر خودی کے نور سے اپنے آپ کو زندہ کر اس کے بغیر تو مردہ ہے۔

خودی کیا ہے؟ راز درون حیات خودی کیا ہے؟ بیدارئی کائنات

عرفان خودی صرف اپنی ذات اور وجود باری تعالیٰ کا ہی یقین نہیں دلاتی بلکہ پوری کائنات کے متعلق حصول علم کا ذریعہ بھی ہے عرفان خودی کے اندر خود شناسی بھی ہے خدا شناسی اور جہاں شناسی بھی۔

حضرت علیؓ نے بھی فرمایا تھا "من عرفا نفسہ فقد عرفا ربہ "جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اس نے اپنے پرور دگار کو پہچان لیا۔ خودی کا زندہ و تابندہ ہونا لازمی ہے جب تک خودی زندہ و محکم نہیں ہوگی وہ محض ایک بے جان لاشہ ہے اس میں روح پھونکے بغیر نیابت الہی کے انسانی معراج تک پہنچنا محال ہے نیابت الہی کے لئے یہ ضروری ہے کہ مرد مومن اپنے آپ کو اللہ کے رنگ میں رنگ کر مولا صفات بن جائے۔ یہ مقام حامل خلق عظیم صفات الہیہ کے کامل مظہر اور اللہ تعالیٰ کے آخری رسول ﷺ کے اتباع کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا حضور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ اپنے اندر اللہ کی سی عادات و اخلاق پیدا کرو۔ حضور رحمتہ للعلمین کو اپنے سید و سردار اور قافلہ سالار تسلیم کرنے کی برکت سے مومن کا دل استغنا کی دولت سے اس طرح مالا مال ہو جاتا ہے کہ بقول اقبال حیات ارضی کی کسی چیز سے بھی دل نہیں لگاتا۔

خودی کی یہ ہے منزل اولیں
مسافر یہ تیرا نشیمن نہیں

اس طرح مومن اللہ کی محبت کے سفر میں آگے بڑھتا چلا جاتا ہے اس پر رب کائنات کے پوشیدہ خزانے آشکار ہوتے ہیں اور خداوند عالم تک رسائی حاصل ہو جاتی ہے

علامہ اقبالؒ نے خودی کو مرکز و محور بنا کر عالم اسلام اور عالم انسانیت کو خودی کا درس دیا اور کارساز عالم کے راز افشا کر دیے خودی کیا ہے؟ رب کبریا کی عنایات پر صبر اور شکر کرنا۔ ہوس و حرص اور طمع و لالچ سے بچ جانا آئین فطرت کی پابندی کرتے ہوئے زندگی بسر کرنا خدائی حدود کو پھلانگنے سے اجتناب کرنا مستقل مزاجی اور وقار سے زندگی بسر کرنا ہی خودی ہے بقا صرف ان انسانوں کے حصہ میں آتی ہے جو خودی کو ایک پل بھی خود سے جدا نہیں ہونے دیتے ضمیر کو نیلام ہونے سے بچا لینا خودی ہے خودی کے پاسبان لوگ ہی صحیح معنوں میں ہدایت یافتہ اور کامیاب و کامران قرار پاتے ہیں خودی کوئی شاعرانہ استعارہ نہیں ہے بلکہ یہ ایک امر واقعہ اور حقیقت ہے انسان صرف اپنی ہمت مردانہ سے ہی خودی کے مقام کو پا سکتا ہے رب کبریا تک رسائی کا زینہ خودی مقصد حیات کا قرینہ خودی بحر تفکرات کو پار کرنے کا سفینہ خودی۔ خودی ہی ایک ایسا منفرد آلہ ہے جس کی مدد سے انسانی تخلیق کے تمام تر اعلیٰ مقاصد سے استفادہ کیا جا سکتا ہے اور اس کی مدد سے رب کریم کی اس اعلیٰ اور احسن التقویم تخلیق سے مکمل آگاہی ممکن ہو سکتی ہے انسان جو کہ رب کائنات کی مصوری کا شہکار ہے خدا کی سب سے اعلیٰ و ارفع مخلوق ہے یعنی اشرف المخلوقات ہے مسجود ملائکہ ہے خدا کا نائب ہے مخدوم موجودات ہے۔ تسخیر کائنات ہے انسان کی اصل بدنصیبی یہی ہے کہ وہ اپنا مقام بھول جاتا ہے اپنی خودی سے ناآشنا ہو کر وہ اپنی باعزت حیثیت کو فراموش کر دیتا ہے اسے یاد نہیں رہتا کہ وہ سچ مچ عظیم ہے کس قدر لائق تعظیم و تکریم ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "ولقد کرمنا بنی آدم" "یقیناً" ہم نے انسان کو لائق عزت قرار دیا ہے۔

گناہ کے چند لمحات کی لذت پر عمر بھر کی ندامت اور شرمندگی اٹھا لینا کہاں کی عقلمندی ہے چند سانسوں کا مزہ حاصل کرنے کے لئے عاقبت برباد کر لینا کہاں کی دانائی ہے انسان کو اپنے مقام کی رفعت اور عروج پر ہر گھڑی نظر رکھنی چاہیے ایک حدیث ہے کہ "خلق اللہ آدم علی صورتہ" ہم نے انسان کو اپنی صورت پر بنایا ہے اقبال خدا پرستی کو خود پرستی کا مرہون منت قرار دیتا ہے بلکہ وہ واضح طور پر کہتا ہے کہ جو شخص خودی کا منکر ہے وہ خدا کا بھی لازما" منکر ہو گا۔

تیرا جوہر ہے نوری پاک ہے تو
فروغ دیدہ افلاک ہے تو

خود آگاہی سے یہ [illegible] سے شہنشاہی حاصل ہوتی ہے

تجھے گر فقر و شاہی کا بتا دوں
غریبی میں نگہبانی خودی کی

افعال کے انجام پر نظر رکھنا تمھارے نور بصیرت کی نشانی ہے اور موجودہ خواہش نفسانی میں گرفتار رہنا در حقیقت تمھارے اندھے پن کی علامت ہے چشم قلب کو مشاہدات نفسانیہ سے بچاؤ تاکہ انوار و تجلیات حق کا مشاہدہ ہو۔ اپنے حواس باطنیہ کو احساسات نفسانیہ سے محفوظ رکھو تاکہ حق تعالیٰ کے اسرار و حقائق کا ادراک حاصل ہو عرفان نفس علامہ اقبال ؒ کے فلسفہ کا نچوڑ ہے اسی کی تبلیغ ان کی زندگی کا مقصود تھا اسی علم کے وہ عارف تھے اور چاہتے تھے کہ دنیا والے اس راز کو ان سے سیکھیں اور خصوصاً مسلمان اس شرار جستہ کو ان سے حاصل کریں اور اس کے نور سے اپنی شب تاریک کو روشن کر لیں۔

اٹھا ساقیا پردہ اس راز سے۔ لڑا دے ممولے کو شہباز سے

یعنی خالق سے مخلوق کی شناسائی کروادے۔ اقبال کا فلسفہ خودی اسلام اور قرآن کریم کی تعلیم ہی سے ماخوذ ہے خود شناسی اور خدا شناسی کے سفر کا آغاز کلمہ طیبہ کے اقرار ہی سے ہوتا ہے۔ لا الہ الا اللہ کی حقیقت یہی ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی بندگی کے لئے پیدا کیا ہے اس لئے اسے چاہیے کہ قلبی طور پر ہر چیز سے منہ موڑ کر پوری یکسوئی کے ساتھ اللہ کی ذات کی طرف متوجہ ہو جائے۔ وہ اپنا معبود و مقصود و محبوب صرف اللہ کو جانے اور اس کی رضا کو ہر چیز پر مقدم رکھے تاکہ اس کا قرب و دیدار حاصل کر کے حقیقی کامیابی سے ہم کنار ہو سکے انسانیت کا جوہر یعنی خودی ایک تلوار کی مانند ہے جو اپنے مقصود حیات یعنی اللہ کے قرب کے مقام تک رسائی صرف اسی صورت میں حاصل کر سکتی ہے کہ اللہ کی محبت کی راہ میں حائل ہونے والی ہر رکاوٹ کو کاٹتے ہوئے آگے بڑھنے کی صلاحیت سے بہرہ ور ہو۔ کلمہ لا الہ الا اللہ وہ سان ہے جو اس تلوار کی دھار بناتی ہے تاکہ مرد مومن اس کارزار

حیات کے ہربت کو ریزہ ریزہ کر کے آگے بڑھتا چلا جائے۔

فلسفہ خودی اگرچہ فلسفیوں کی نظر میں بڑا دقیق اور پیچیدہ ہے لیکن علامہ اقبالؒ نے اہل ایمان کو یہ حقیقت ایک ہی شعر میں باور کرادی کہ خودی کی حقیقت کلمہ طیبہ ہی میں پوشیدہ ہے۔

خودی کا سر نہاں لاالہ الا اللہ
خودی ہے تیغ فساں لاالہ الا اللہ

ایک بے نوا کا اللہ سے شکوہ

محمد اکرم اپل جاگیر

مولانا رومؒ لکھتے ہیں کہ ہرات کا نواب عمادالملک بڑی خوبیوں کا مالک تھا۔ اس کی خوش اخلاقی اور فیاضی کی وجہ سے رعایا، مسافر، تاجر اور اہل حرفہ الغرض تمام لوگ خوش تھے وہ بادشاہ کا وفادار تھا۔ عمادالملک کے پاس پانچ سو وفادار غلام تھے۔ جن کو وہ بیٹوں کی طرح آرام اور زیب و زینت سے رکھتا تھا ان کی گردنوں میں زریں طوق اور سروں پر جواہر سے جڑے تاج تھے اطلس اور کمخواب کی قبائیں اور ان پر گنگا جمنی پٹیاں ان کی شان و شوکت کو دوبالا کیے دیتی تھیں۔

ان شاندار غلاموں کی ٹولیاں شہر میں پھر رہی تھیں کہ ایک غریب مفلس، قلاش شخص جو بھوکا اور ننگا تھا نے ان کو دیکھ لیا اور پوچھا یہ رئیس زادے کون ہیں؟ جواب ملا یہ ہرات کے نواب کے نوکر چاکر ہیں۔ وہ یہ سن کر حیران رہ گیا اور آسمان کی طرف منہ کر کے کہنے لگا " اے خدا! اپنے اس بے نوا دبلے پتلے بندے کو دیکھ کہ سردی کے مارے دانت بجتے اور بھوک سے آنتیں قل ھواللہ پڑھ رہی ہیں اور عمادالملک بندہ پرور کے بندوں کو بھی دیکھ کتنے موٹے تازے خوش پوش اور باحشتام ہیں خوشی، بے فکری اور فارغ البالی سے ادھر ادھر اتراتے پھرتے ہیں۔ یااللہ بندہ پروری عمادالملک سے سیکھ (نعوذ باللہ) خالق اور مالک ہونا اور بات ہے مگر بندہ پرور بننا آسان کام نہیں۔

تقدیر الٰہی سے عماد الملک کے عروج کا ستارہ زوال پذیر ہو گیا۔ بادشاہ نے اس کو قید کر دیا اور اس کے مال و املاک کو ضبط کرایا اس کے وفادار نوکروں کو شکنجوں میں دے کر عذابوں سے مار ڈالا۔ صرف اس خطا پر کہ وہ کیوں اپنے آقا کا بھید ظاہر نہیں کرتے درد اور کرب سے تڑپ تڑپ کر جانیں دے دیں مگر کسی ایک نے بھی اپنے مہربان اور اپنے پیارے آقا کے دفینوں کا راز نہ بتایا یہ سب کچھ اس بے نوا کے سامنے ہوا۔ یہ دردناک منظر دیکھ کر وہ بے ہوش ہو گیا اسی بے ہوشی کی حالت میں ہاتف نے اس کے کانوں میں آواز دی اے خدا پر طعن کرنے والے غلاموں کی وفاداری دیکھ اور سوچ کہ تو جس کا بندہ کہلاتا ہے تو بھی اس کا ایسا ہی جاں نثار اور وفادار ہے۔

دعا کی فضیلت

سید محمد ادریس کراچی

دعا کے معاملہ میں اہل معاملت کا اختلاف ہے کہ دعا کرنا اولیٰ ہے یا خاموش رہنا۔ کیونکہ ازل میں جو حکم جاری ہو چکا ہے وہ ہو کر رہیگا۔ بعض کا قول ہے کہ دعا بنفس نفیس خود عبادت ہے۔ حدیث شریف میں ہے الدعا مخ العبادۃ (دعا عبادت کا مغز ہے)۔ پھر جو چیز عبادت بنائی گئی ہے ترک کرنے سے کہیں بہتر ہے کہ اس پر عمل کیا جائے۔ مانا کہ دعا قبول نہ ہو۔ اور حاجت پوری نہ ہو۔ کم از کم اتنا تو ہو گا کہ ایک عبادت پر عمل ہو جائیگا۔ اور دعا میں ایک قسم کی حاجت مندی اور نیاز مندی کا اظہار ہے اس بارگاہ الٰہی میں۔ چنانچہ خواجہ حازم اعرج ؒ فرماتے ہیں کہ دعا سے باز رہنا ہم پر بہت زیادہ شاق ہے۔ دعا مستجاب ہو نہ ہو ہم دعا کرنا نہیں چھوڑ سکتے۔

ایک گروہ کا یہ خیال ہے کہ دعا کرنے سے بہتر خاموش رہنا ہے اور راضی برضا رہنا اولیٰ ہے کیونکہ حکیم سابق ہے جو ہو چکا وہ ہو چکا اس لئے امام واسطی ؒ فرماتے ہیں کہ قبول کرنا اس چیز کا بہتر ہے جس کا حکم ازل میں ہو چکا ہے۔ اس وقتی جھگڑے کا کیا فائدہ کہ ہم کو یہ چاہیے ہم کو وہ چاہیے اے خدا ہم کو اتنی دولت دے اے اللہ ہم کو اس قدر اولاد

عطا فرما وغیرہ وغیرہ حضرت محمد ﷺ کی کہی ہوئی بات فرماتے ہیں۔

من شغلہ ذکری عن مسالتی اعطیتہ افضل ما اعطی السائلین "جس شخص کو ہمارا ذکر سوال کرنے سے باز رکھے ہم اس کو سوال کرنے والے سے کہیں زیادہ دیتے ہیں" بہرکیف دعا کرنا اور خاموش رہنا یہ دو قسم کے خیال اکابروں میں پائے جاتے ہیں اور دونوں کے پاس دلیلیں بھی ہیں۔ یہاں پر اہل علم یکسوئی کرنے میں تامل کرتے ہیں ان کا عقیدہ یہ ہے کہ جب دونوں باتیں اپنی جگہ پر صحیح ہیں تو ہم ایک دوسرے پر ترجیح کیوں دیں۔ یہ کیوں نہ کہیں کہ جیسا وقت حکم دے ویسا کرنا چاہیے۔ بعض اوقات ایسا گذرتا ہے کہ دعا کرنا خاموش رہنے سے زیادہ افضل و برتر معلوم ہوتا ہے۔ دعا کرنا بھی کمال درجہ کا ادب ہے۔ بعض بعض حالتوں میں دعا کرنے سے خاموش رہنا زیادہ عمدہ ہے۔ یہ بھی ادب ہی ہے ان دونوں باتوں کا علم اپنے اپنے وقت پر ہوتا ہے۔ اگر طالب اپنے دل میں اشارہ دعا کی طرف پائے تو دعا کرنا بہتر ہے اور اگر چپ رہنے کی رغبت ہو تو سکوت افضل ہے۔ بزرگوں کا خیال ہے کہ رعایت احوال کی بہت ضرورت ہے۔ اگر دعا کرنے میں بسط پیدا ہو اور وقت خوش ہو تو دعا کرنا مناسب ہے اگر دعا کے وقت اپنے دل میں انقباض اور رکاوٹ پائے تو ترک دعا اولیٰ ہے۔ اور اگر ایسا موقع آجائے کہ نہ دل کو بسط ہو نہ قبض۔ ایسی صورت میں دعا و سکوت دونوں برابر ہیں۔ ہاں اس وقت علم کا غلبہ ہو تو دعا کرے کیوں کہ دعا عبادت بھی ہے اور اگر اس وقت معرفت کا غلبہ ہو اور حال غالب ہو تو سکوت و سکون ہی بہتر ہے دعا سکوت کے متعلق بزرگوں کی جو تقریر ہے اور جو کچھ ان کے اقوال سے پیش کئے گئے اس سے سمجھنا چاہیے کہ دعا و سکوت میں افضل کون ہے۔ اچھی طرح غور کرو اس میں اور خوب ڈوبو تاکہ فائدہ حاصل ہو۔ اور اخبار و حکایات اس بارے میں بہت ہیں آنحضرت ﷺ نے ایک حدیث میں فرمایا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے :۔ یہ بات بالکل درست و راست ہے کہ بندہ اپنے خداوند کو یاد کرتا ہے اور پکارتا ہے۔ اگر اس بندے کو خدا تعالیٰ دوست رکھتا ہے تو فرماتا ہے اے جبرئیل اس بندے کی حاجت برآری میں تاخیر کرو اس لئے کہ ہمیں یہ بات اچھی معلوم ہوتی ہے کہ اس کی آواز سنتے رہیں۔ اور اگر بندہ اپنے پروردگار کو یاد کرتا ہے اور

خدا اس کو دشمن رکھتا ہے تو یہ حکم دیتا ہے کہ اے جبرئیل اس بندے کی حاجت پوری کر کہ اس کی آواز سننا ہم کو ناپسند ہے۔

حضرت یحیی بن سعید القطان کی حکایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ہم نے خواب میں دیکھا تو عرض کی کہ تیری بارگاہ میں کب تک ہم التجا کرتے رہیں۔ کیونکہ تو قبول ہی نہیں کرتا۔ ہمیں جواب ملا کہ اے یحیی تیری آواز سننا ہم کو مطبوع ہے اور حدیث ہی میں ہے۔ فرمایا آں حضرت ﷺ نے کہ قسم ہے اس خدا کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ بندہ جب اپنے خدا کو پکارتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس بندہ سے خشم ناک رہتا ہے تو اس کی پہلی آواز سن کر اللہ تعالیٰ منہ پھیر لیتا ہے۔ پھر تیسری بار بندہ پکارتا ہے حق سبحانہ تعالیٰ ملائکہ کو ندا کرتا ہے کہ دیکھو فرشتوں! اڑا رہا میرا بندہ اس بات پر کہ جو کچھ ہو مگر اللہ کے سوا کسی دوسرے کو نہ پکاریں گے۔ اس لئے میں نے قبول کیا اس کی دعا کو۔

حضرت یحیی معاذ رازیؒ سے نقل ہے کہ اپنی مناجات میں کہا کرتے تھے۔ کیونکہ ہم تجھ کو یاد نہ کریں گے تو ایسا بڑا رحیم و کریم ہے خداوندا اگر تیغ قہر عدل کی نیام سے کھینچ لے تو پیغمبران معصوم اور فرشتگان مغرب نیستی کو ہستی پر ترجیح دینے لگیں اور اگر خزانہ رحمت تو بخش دے کافران روم و ہند ٹھنڈی چادر تان کر سکھ کی نیند سوئے ہیں اور جان و دل نثار کرنے لگیں اے اللہ ہم نے گو بموافقت رسول ﷺ فاقہ سے پتھر پیٹ پر باندھا تو مقام مخالفت میں بھی رسول ﷺ کے پتھر نہ پھینکا طاعت ہماری اگرچہ تھوڑی ہے۔ اس کو قبول کر لے کہ تیرے یہاں سودا سلف خرید و فروخت کا معاملہ نہیں ہوتا۔ بندگی ہم نے نہیں کی ہے مگر بندہ ضرور ہیں اور اپنے افعال سے نہایت پریشان و پراگندہ ہیں۔ تیرے گنہگار ہیں اور تجھی سے پناہ طلب کرنے والے ہیں اگرچہ عیب ناک ہیں۔ مگر تیری ملک ہیں۔ اے بادشاہ تیری ذات سے انکار کرنے والے لوگ موجود ہیں۔ اپنی شان جباری کی سیاست جو لوگ تیری ہستی کے منکر ہیں ان پر جاری نہ کر۔ اے جبار! بڑے بڑے گردن کش موجود ہیں جن کو تجھ سے جنگ ہے مومنان صلح جو کو اپنے در سے نہ نکال۔ تو بڑا بے نیاز ہے۔ اس لئے ہم کو سخت خوف ہے۔ اور تو بڑا بندہ نواز ہے اس واسطے ہمیں بے انتہا

امید ہے۔ مطیع لوگ نہایت شرمندہ ہو رہے ہیں ان کو دلاسا دے۔ عاصی لوگ دل شکستہ ہو رہے ہیں ۔ان کے سینے پر مرہم رکھ ۔دستگیری فرما ۔پامال نہ کر بخش دے۔ گوش مال سے بچا! اے اللہ تیرے لائق تو ہم نہیں ہیں۔ مگر اس بار گاہ رسالت ﷺ کی امت ہیں جس رسول کریم ﷺ کی ہمارے لئے خواہش ہے کہ عذاب دوزخ سے ہم محفوظ رکھے جائیں اور تیرا کرم ایسا ہی گزرے گا کہ ہم محفوظ رہیں گے۔ دوزخ میں نہ جانے پائیں گے اگر اس کی صلاحیت نہیں ہے کہ جہاد میں ہم بر آئیں اور صف جنگ میں ہم کھڑے ہو کر مردانہ وار کفار کو تہ تیغ کریں تو اتنا ہے کہ ہر روز تیرے در پر پانچ مرتبہ حاضر ہوتے ہیں اور زمین پر سر ٹکراتے ہیں۔ پرودگار! اگر تو نے کوئی گناہ ہمارے گناہ سے بدتر بخش دیا ہے تو ہمیں بھی محروم نہ کر اگر کسی شخص کی ناقص طاعت تو نے قبول کی ہے تو ہماری اس طاعت ناپسندیدہ کا طمانچہ ہمارے منہ پر نہ مار۔ اگر تو ہمارا رفیق نہ بنے گا تو اس دنیا کی راہ دراز اور پیچ در پیچ کیونکر طے ہو گی۔ اگر تو ہمارا شفیع نہ ہو گا تو بد بختوں کے دفتر سے ہمارے نام کون مٹائے گا تو ہر وقت بخش سکتا ہے۔ فردائے قیامت پر موقوف نہیں۔ یہ کیوں نہ کریں کہ ہم تجھ سے آج ہی داد خواہ ہو کر فائدہ اٹھائیں۔ اس لئے ہماری عرض ہے کہ بغیر انتظار فردا آج ہی ہم کو بخش دے۔

حضرت سفیان بن عینیہ ؒ کی نقل ہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ گناہ و معصیت کے باعث تم دعا کرنے سے باز نہ آؤ کیونکہ حق سبحانہ تعالیٰ نے اجابت کی اس ابلیس کی دعا کو جو بد ترین خلق اور کفر و کافری کا پیشوا تھا جس وقت اس نے یہ کہا رب انظرنی الیٰ یوم یبعثون۔ قال فانک من المنظرین۔ (اے خدا قیامت تک کے لئے مجھ کو چھوڑ دے۔ کہا تو چھٹا ہوا ہے) یہ رنگ دیکھ کر بہت کچھ امید ہوتی ہے کہ جس خدا نے امام کفر شیطان کی دعا قبول فرمائی ہے۔ مومن عاصی اگر اس کے دربار میں گڑگڑائے گا تو کیا وہ محروم رکھے گا؟ ہرگز نہیں۔ اگر تم یہ کہو کہ دعا کا فائدہ ہی کیا ہے کیونکہ قضا و قدر کا رد نہیں۔ جواب یہ ہے کہ بلا جو دعا سے رد ہوتی ہے یہ بھی تو قضا و قدر کی وجہ سے ہے۔ یعنی دعا سبب واقع ہوتی ہے رد بلا کا اور رحمت کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے جس طرح تیر کے لئے ڈھال رد ہے اس طرح دعا بلا کے

لئے .سپر ایک کار ددوسرے سے ہوا کرتا ہے تقدیر قضا و قدر پر اعتقد کے یہ معنی نہیں ہیں
کہ انسان تیغ و تبر کے وار کو روکے نہیں اور دانہ چھینٹ کر پانی نہ دے اور اگر کوئی کہے
بھی کہ ایسا کیوں کرتے ہو ؟ تو وہ یہ جواب دے کہ اگر زندگی ہوگی تو اس تیرو تلوار سے کیا
شدنی ہے اور غلہ ہونے والا ہوگا تو خود ہوگا پانی دینے اور خبر گیری کرنے کی کیا ضرورت ہے
- یہ غلط خیال ہے - سمجھنا چاہیے کہ جس چیز میں خیر مقدم ہے اس کے لئے اسباب بھی معین
ہے - اور جس چیز میں شر پوشیدہ ہے اس کے واسطے بھی ذرائع اور دفع کرنے کی تدبیریں
ہیں اس پر غور کرو اس کی تہہ کو پہنچو اس سے یہ ہوگا کہ دل میں جس قدر تشویش اور الجھاؤ
پیدا ہوا ہے جاتا رہیگا - اس فیصلہ کے بعد ایک بات اور کار آمد اور سنو بارگاہ الٰہی میں دعا کرنا
ہو . یا سوال کرنا ہو . اس امر کی نگہداشت بہت ضروری ہے بعضوں کے نزدیک تین بار .
بعضوں کے نزدیک پانچ بار . بعضوں کے نزدیک سات بار سوال کرنا چاہیے - حضرت ابن
مسعودؓ سے مروی ہے حضرت محمد ﷺ جب دعا فرماتے تھے تو یقینی تین بار سوال فرماتے -
یہاں پر ایک بات اور بھی قابل خیال ہے یعنی جب دعا یا سوال شروع کرو تو پہلے تین بار
درود شریف پڑھ لیا کرو اور جب ختم کرو تب بھی درود شریف پڑھ لینا چاہیے حضرت ابو
سعید درانیؒ سے یہ مروی ہے اس ترکیب سے امید اجابت ہے - اب قرآن شریف کی
صورتوں کے متعلق بزرگوں نے کیا فرمایا ہے ائمہ کبار و علماسے بزرگوار حسب ذیل سورتوں
کے بارے میں یہ فرماتے ہیں اگر کسی شخص کو کوئی حاجت پیش آئے تو اس کو چاہیے کہ صبح
کی فرض و سنت کے درمیان اکتالیس مرتبہ صورت فاتحہ پڑھے اور اگر کوئی شخص دشمن کے
شر سے بچنا چاہے تو ایک ہزار بار سورت تبت ید پڑھے اور قضائے حاجت کے لئے اکتالیس
مرتبہ سورہ انعام پڑھنا بھی بہت مفید ہے اور سات ہزار بار سورۃ اخلاص پڑھنا بھی بہت بہتر
ہے دشمن کے دفع کرنے کے لئے ایک ہزار مرتبہ سورۃ نوح پڑھنا اکسیر ہے - جو شخص بعد
نماز عصر کے سورہ نازعات پڑھے وہ صرف ایک وقت کی نماز کے وقفہ تک ہی رہیگا اس سے
زیادہ نہ رکھا جائیگا - اور جو شخص نماز عصر کے بعد پانچ مرتبہ سورہ عم یتساء لون پڑھا کرے
اس کو آسمان والے اسیر اللہ کہیں گے - یعنی خدا کی محبت کا قیدی ہے - اور اگر کوئی شخص

کسی کام میں عاجز رہ جائے اور کسی طرح اس سے بنائے نہ بنے تو بعد نماز عشاء سو بار یا فتاح یا فتاح پڑھے۔ خداوند عزوجل اپنے فضل سے کوئی راہ نکال دے گا۔ دشواری مہمات کے لئے اکتالیس بار سورہ یاسین پڑھنا بہت مفید ہے۔ اور جو شخص بعد نماز جمعہ بات کرنے سے قبل سات بار سورہ فاتحہ . سات بار سورت اخلاص . سات بار معوذ تین پڑھیگا اللہ تعالیٰ اس کو دوسرے جمعہ تک غم سے . مشقت سے . بلاؤں سے محفوظ رکھیگا۔ تنگی معاش کی شکایت ہو تو سورہ دھر ہر شب جمعہ کو پڑھا کرے۔ جو شخص بعد فراغت نوافل وادعیہ دیگر تخلیہ میں چلا جائے اور ہاتھ اٹھا سو مرتبہ یا رب یا رب کہے جو کچھ اللہ تعالیٰ سے چاہے گا پائے گا اگر اسی طرح ہزار بار کہے گا تو یقینی حاجت پوری ہو گی۔ بہر حال ناامیدی ناپسندیدہ ہے اور امید پسندیدہ ہے۔ جب امید پسندیدہ ہو گی تو امیدوار رہنا بہت پسندیدہ ہو گا۔ جو گناہ گار نہ امید نہیں ہیں ان کو بجمیع وجوہ مغفرت کی بشارت دی گئی ہے ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا (اللہ سب گناہوں کو بخش دے گا)

ذرا اس خطاب کو دیکھو یا عبادی الذی اسرفو (اے میرے بندو جو اپنی حد سے بڑھ گئے ہو) یہ نہیں کہا یا یھا الذین اطاعو (اے وہ لوگوں جنھوں نے بندگی کی) اور نہیں کہا یا یھاالذین تابو (اے وہ لوگوں جو گنہگاروں عالم کے لئے کافی ہے۔ بات یہ ہے کہ بندہ مطیع و متقی و تائب کا بھروسہ اپنے اعمال پر ہے اور سمجھتے ہیں کہ یہ عمل صالح ہمارے کام آئے گا اور کوئے سلامت تک پہنچادے گا مگر غریب سیاہ رو گنہگار شرمسار اپنی بدبختی سے نہ یہاں سر اٹھاتے ہیں . نہ وہاں سر اٹھائیں گے اس لئے من کان اضعف کان الرب بہ الطف (جو زیادہ کمزور ہے اسی کے لیے خدا زیادہ مہربان ہے۔)

اسم ذات اللہ جل جلالہ

نزیر حسین سرگودہا

میں بھی اللہ تعالیٰ کے نام سے لکھنا شروع کرتا ہوں۔ کیونکہ ہر کام کی ابتدا ہی اللہ تعالیٰ کے نام سے کرنے میں برکت ہوتی ہے اور پہلی وحی کی ابتدا بھی اللہ کے نام سے شروع ہوئی جب تک حضرت جبرئیل امین اقرا فرماتے رہے تو جواب میں آپ ﷺ ما انا بقاری فرماتے رہے مگر جب تیسری دفعہ اقرا بسم ربک الذی خلق فرمایا۔ تو آپ ﷺ نے جواب میں ما انا بقاری نہیں فرمایا شواہد النبوہ میں حضرت مولانا عبدالرحمن جامیؒ فرماتے ہیں وحی کا آپ کے قلب پر نازل ہوتے وقت وحی کے الفاظ آپ کے دل پر نقش ہو جاتے تھے تو سب سے پہلے آپ ﷺ کے قلب مبارک پر اللہ یعنی اسم ربی نقش کیا گیا جس کو آپ نے پڑھا جو علم و تربیت کی کنجی اور خزانہ ہے۔

حضرت امام حنبلؒ نے رب العزت کی خواب میں زیارت فرمائی عرض کیا آپ کے ہاں تقرب اور قرب سب سے زیادہ کس چیز سے حاصل کیا جا سکتا ہے اللہ رب العزت نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ کلام اللہ سے کیونکہ وہ مجھ سے نکلی ہے اسی طرح اللہ کے قریب ترین ان کا اسم گرامی ہے۔ اللہ رب العزت کو متوجہ بھی اسی کے نام کو پکار کر کیا جاتا ہے۔ حریم ذات کا باب اسم ذات ہے۔ اور ذات کی عکاسی اسم ذات سے ہوتی ہے۔

فرمان باری تعالیٰ ہے تبراک الذی بیدہ الملک۔ (بڑی برکت والی ذات وہ ہے جس کے ہاتھ میں بادشاہت ہے) (سورہ الملک)

دوسری جگہ ارشاد ہے تبرک اسم ربک تیرے رب کا نام برکت والا ہے۔ اس سے ثابت ہوا برکت والی ذات اللہ رب العزت کی برکات کا مظہر بھی اس کا اسم مبارک ہے اسی طرح وہ وجود (انسان) جو اس مبارک اسم کا حامل ہو گا۔ وہ بھی برکات کا باعث ہو گا۔ جو جگہیں اللہ کے ذکر کے لئے وقف کر دی جاتی ہیں وہ بھی برکت والی بن جاتی ہیں۔

اسی لئے حضرت محمد ﷺ کے متعدد واقعات ہیں۔ اس سلسلہ میں ایک واقع

نقل کرتا ہوں ۔ حضرت ابو ھریرہؓ سے روایت ہے ۔ ایک دفعہ مجھے بھوک نے تنگ کیا تو میں حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کچھ کھانے کے بارے میں دریافت فرمایا جواب میں صرف ایک دودھ کا پیالہ ملا آپ ﷺ نے حضرت ابو ھریرہؓ سے فرمایا جاؤ اھل صفہ کو بلالاؤ ۔ حضرت ابو ہریرہؓ کے دل میں خیال آیا ۔ پھر مجھے ہی ارشاد فرمائیں گے کہ یہ دودھ کا پیالہ تم ان کو پلاؤ ۔ تو میری باری مشکل ہے ۔ خیر اصحاب صفہ کے آنے پر آپ ﷺ نے دودھ پلانے کے لئے مجھے ہی ارشاد فرمایا میں نے باری باری سب کو دودھ پلایا بعد میں ارشاد فرمایا کہ اب تم پیو ۔ میں نے پیا ۔ تو آپ ﷺ نے دوبارہ ارشاد فرمایا اور پیو حتی کہ میرا پیٹ بھر گیا ۔ سب سے آخیر میں حضور اقدس ﷺ نے دودھ نوش فرمایا ۔

اگر ہم نے ذات باری تعالیٰ کو نہ دیکھا ہو تو اس کی یاد کس طرح کی جائے اس بارے میں اشارہ قرآن مجید میں ملتا ہے سورہ انشراح میں آیا ہے فاذا فرغت فانصب والی ربک فارغب جب آپ ﷺ فارغ ہوں تو محنت کریں اور اپنے رب کی طرف دل لگائیں یعنی محو ہو جائیں دوسری جگہ سورہ مزمل میں ارشاد ہے واذکر اسم ربک و تبتل الیہ تبتیلا اور اپنے رب کا نام یاد کریں اور سب سے علیحدہ ہو کر اسی نام کی طرف محویت اختیار کریں ۔ یاد دل کا فعل ہے ۔ مگر کبھی اس کا اظہار زبان سے ہوتا ہے ۔ کامل درجہ دل کی آنکھوں سے اسم اللہ جل جلالہ کو دیکھ کر اس میں اس طرح محو ہو جانا کہ کسی اور کی خبر نہ رہے تبتل الیہ تبتیلا کہلاتا ہے ۔ مگر جوں جوں ذات اپنے اسم میں متجلی ہو گی توں توں محویت بڑھتی جائے گی متجلی ہونے کی دلیل قرآن مجید میں ہے فلما ربہ للجبل تجلی جعہ دکاو خد موسیٰ صعیقا جب اس کے رب نے پہاڑ پر تجلی فرمائی کر دیا اس کو ریزہ ریزہ اور موسیٰ علیہ السلام چمک کی وجہ سے گر پڑے میں اپنے طلباء سے کہتا ہوں کہ اللہ رب العزت کی ذات کی دلیل ان کا اسم گرامی ہے اگر تم پاکیزہ ہو کر تنہائی میں اسم اللہ کو یاد کرو اگر اللہ رب العزت کی ہستی کا کوئی وجود نہیں ہے تو اس یاد کرنے سے کوئی رد عمل (response) نہیں ہو گا اگر اللہ کی یاد کرنے سے طبیعت کو اطمینان سکون حاصل ہو ۔ تو وہ اس حی القیوم کی ذات کی طرف سے رحمت و

برکت کے نزول کی مسند ہے کلام الٰہی میں چیلنج ہے الا بذکر اللہ تطمئن القلوب "خبردار اللہ کی یاد سے دل اطمینان پاتے ہیں"

ایک دفعہ آپ ﷺ نے اپنے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے ارشاد فرمایا جس کا مفہوم یوں ہے مجھے اس وقت اس وقت کی نشاندہی کی گئی ہے جب دنیا سے علم اٹھالیا جائے گا تو صحابہؓ نے عرض کیا۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ ہم اپنی اولاد کو علم پڑھائیں گے۔ وہ اپنی اولاد کو پڑھائیں گے تو آپ ﷺ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ کیا یہ یہود و نصاری بھی تو اپنی اولاد کو علم پڑھاتے ہیں یہ علم ان کو کیا فائدہ دے رہا ہے یہود کے بارے میں سورہ جمعہ میں ارشاد ہے مثل الذین حملوا التورۃ ثم لم یحملوھا کمثل الحمار یحمل اسفارا "مثال ان لوگوں کی جن پر لادی گئی تورات پھر انہوں نے نہ اٹھائی اس گدھے کی طرح جو پیٹھ پر کتابیں لے چلتا ہے۔"

گدھے کے ان کتابوں کے لادنے سے اس کی عملی اور ایمانی زندگی پر کوئی اثر نہیں ہے علم نبوت تو علم کی شکل میں ہے مگر عمل نہ ہونے یا اخلاص نہ ہونے کی وجہ سے نور نبوت حاصل نہیں ہوتا۔ نور وحی کو سمجھنے کے لئے وہ واقعہ کافی ہے کہ ایک معذور صحابیؓ نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی قرآن مجید میں آیا کہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے اور گھر بیٹھنے والے برابر نہیں ہو سکتے یا رسول اللہ ﷺ میں تو معذور ہوں۔ اس وقت آپ ﷺ ایک صحابی کی ران پر آرام فرما رہے تھے کہ وحی کے اثرات نمودار ہوئے اس صحابیؓ نے فرمایا کہ اس وقت میری ران پر اس قدر وزن محسوس ہوا۔ گویا ٹوٹ جائے گی۔ حالانکہ اس وقت صرف لفظ غیر اولی الضرر نازل ہوئے تھے وحی کے وقت سخت سردیوں میں آپ ﷺ کے ماتھے پر پسینہ کے قطرات نمودار ہو جاتے تھے۔ معلوم ہوا کہ صرف الفاظ کا نزول نہ ہوتا تھا آپ ﷺ کی ذات اطہر ہم تک صرف وحی کے الفاظ پہنچانے والے ہی نہیں ہیں بلکہ آپ ﷺ کی ذات اطہر نور نبوت ایمان کامل اور اخلاق عظیم کے حامل مظہر ہیں اور آپ ﷺ کی ذات اقدس ہمارے لئے برزخ کبری کی حیثیت رکھتی ہے۔ یارب صلی وسلم دائما ابدا علی حبیبک خیر خلق کلھم۔

اسلام دین فطرت ہے

محمد صدیق گوجرانوالہ

اسلام کے معنی عربی زبان میں اطاعت اور فرمانبرداری کے ہیں مذہب اسلام کا نام اسلام اس لئے رکھا گیا کہ اس میں اللہ کی اطاعت اور فرمانبرداری ہے۔

آپ روز مرہ کی زندگی میں دیکھتے ہیں کہ دنیا میں جتنی چیزیں ہیں وہ سب ایک قانون اور قاعدے کے تحت کام کر رہی ہیں مثلاً" ہوا۔ پانی روشنی گرمی سردی چاند ستارے حیوانات جمادات نباتات وغیرہ وغیرہ۔

اب آپ چاند کو دیکھ لیں یہ کبھی نہیں ہوا کہ پہلے ہی دن مکمل چاند نظر آ جائے۔ جس طرح رب العزت نے اس کی منزلیں مقرر کر دی ہیں اس طرح یہ گھٹتا اور بڑھتا ہے۔ زمین کو لے لیں یہ بھی اپنی رفتار اور سمت میں ایک قاعدے کے مطابق رواں دواں ہے اس طرح کائنات کی ہر چیز ایک کلیے قانون کے مطابق چل رہی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق اپنے حاکم اعلیٰ کے بنائے ہوئے قانون کے تحت عمل کریں ہے۔

اللہ کی پیدا کی ہوئی لا تعداد مخلوق اس کے بنائے ہوئے قانون کی ہر طرح پابندی کرتی ہے اور جو چیز جس کام کے لئے پیدا کی گئی ہے وہ اپنا کام تندہی سے انجام دے رہی ہے اور چونکہ اسلام کا مطلب ہی اطاعت اور فرماں برداری ہے لہٰذا ہم کہہ سکتے ہیں ہر چیز اسلام کے تقاضے پورے کر رہی ہے اب انسان کو لیجئے۔ اس کا پورا جسم اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے قانون کے مطابق کام کر رہا ہے یعنی جو عضو جس کام کے لئے پیدا کیا گیا ہے وہ وہی کام بخوبی انجام دے رہا ہے یعنی آنکھ دیکھنے کے لئے بنائی گئی ہے تو اس نے کبھی دیکھنے سے انکار نہیں کیا۔ دماغ سوچنے کے لئے بنایا ہے تو اس نے کبھی سوچنے سے انکار نہیں کیا۔ منہ کھانا کھانے کے لئے بنایا ہے تو اس نے کبھی کھانا کھانے سے انکار نہیں کیا زبان بولنے کے لئے بنائی گئی ہے اس نے کبھی بولنے سے انکار نہیں کیا۔ اس نوع انسان جسم کا ہر عضو اپنے اپنے کام میں لگا ہوا ہے یعنی یہ بھی اسلام کے تقاضے پورے کر رہا ہے اس سے ثابت ہوا کہ دنیا کی

ہر چیز مالک کل کے بنائے ہوئے قانون کی پابندی کر رہی ہے اور قانون ہے اسلام یعنی اطاعت اور فرماں برداری اب ہم تھوڑا آگے چلتے ہیں کہ جو بھی چیز اسلام کے مطابق عمل کر رہی ہے وہ مسلم کہلائے گی تو اس لحاظ سے کائنات کی ہر چیز مسلم ہے انسان کو خیر و شر اختیار کرنے کی پوری آزادی دی گئی ہے جس کی وجہ سے یہ ساری مخلوق سے اعلیٰ کہلاتا ہے مگر یہ اس وقت اعلیٰ کہلائے گا جب اختیاری طور پر بھی اطاعت اور فرمانبرداری کریگا۔ انسان کا سارا جسم دوسری مخلوق کی طرح مالک کی اطاعت اور فرماں برداری میں لگا ہوا ہے اس لئے جسم تو مسلم ہے لیکن اگر اختیاری طور پر بھی انسان اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی راہ پر چل کر زندگی بسر کرے یعنی اوامر کو اختیار کرے اور نہی کو چھوڑے دے تو پھر یہ سارے کا سارا اسلام میں داخل ہو جائیگا اور اسی صورت میں یہ ساری مخلوق اعلیٰ یعنی اشرف المخلوقات کہلائے گا۔ لیکن اگر انسان اختیاری طور پر نہی کی راہ پر چل پڑے تو اس کا مطلب ہوا کہ اس نے اختیاری طور پر اوامر کو چھوڑ دیا یعنی اس نے دین فطرت سے انکار کر دیا تو یہ کفر ہو گا تو چونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو دو ہی راستے بتائے ہیں "اسلام اور کفر" لہٰذا اگر اسلام اختیار کر لیا تو اشرف المخلوقات ورنہ ساری مخلوق سے بدتر یعنی کافر ہو جائیگا صلاحیت ہوتے ہوئے بھی بدترین مخلوق میں شمار ہو گا۔

انسان جب اختیاری طور پر بھی دین فطرت پر چلتا ہے تو پھر اس کا ہر عمل اور ہر سوچ انسان کی بھلائی کے لئے کام کرتی ہے یعنی اگر وہ ایٹم کو پھاڑتا ہے تو انسانی فائدے کے لئے۔ تسخیر کائنات کرتا ہے تو انسانی بھلائی کیلئے ایک مسلمان ہمیشہ انسانیت کے فائدے کے لئے کام کرتا ہے مگر اس کے مقابلے میں غیر مسلم ہمیشہ اپنے ذاتی فائدے کیلئے سوچتا ہے کیونکہ اسے اسلامی قانون سے ہی واقفیت نہیں ہوتی وہ کفر میں آگے ہی آگے بڑھتا چلا جاتا ہے اور چاہتا ہے کہ خدائی کا دعویدار بن جائے جیسا کہ آپ اس وقت دنیا میں دیکھ رہے ہیں کہ کچھ قومیں جنہوں نے اسلام سے اختیاری انکار کر رکھا ہے وہ چاہتی ہیں کہ دنیا کو ایسا غلام بنا لیں جو کہ دین فطرت کے خلاف ہے۔ انسان کو چاہیے کہ اپنے اوپر اسلام کو اختیاری طور پر بھی رائج کرے تاکہ جو مقام مالک کل نے اسے دیا ہے اپنے آپ کو اس کا اہل ثابت کر سکے اور

اسی صورت میں وہ دنیا کے امتحان میں کامیاب و کامران کہلائے گا اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے اوپر اسلام کو اختیاری طور پر بھی رائج کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

شانِ محمد ﷺ

پروفیسر ہوگ جرمن

میں نے محمد ﷺ کی اس تعلیم کو بغور پڑھا ہے جو انہوں نے خلق خدا کی خدمت اور اصلاح حلق کے لئے دی ہے۔ میری رائے ہے کہ اگر غیر مسلم بھی اسلام کی تعلیم کی ہدائتوں پر عمل کرے تو وہ بہت ترقی کر سکتا ہے۔ میرے خیال میں موجودہ زمانہ میں سوسائٹی کی اصلاح کا سب سے بہتر طریقہ یہی کہ اسلام کی تعلیم کو رائج کیا جائے آج کے جدید دور میں کوئی بھی انسان کسی بھی مذہب' قوم' ملک یا عقیدے سے تعلق رکھتا ہو' وہ آپ ﷺ کی حیات طیبہ کو دیکھ کر "توئی کامل توئی کامل" کا ورد کرتا صفائی دے کہ دنیا میں زندگی کے ہر روپ میں اور ہر شعبہ میں بحیثیت ایک قانون سازہ' ماہر اقتصادیات' ماہر سیاسیات'' معلیم اخلاق' بہادر جرنیل' ہمدرد' عادل' صابر' ایثار و قربانی کا مجسمہ' خدا ترس عبادت گذار' فصیح اور رہنما کے ایک مکمل اور ہمہ گیر ذات اقدس صرف اور صرف آپ ﷺ کی ہے اور دنیا میں تاریخ کے کسی بھی دور میں آپ ﷺ سے زیادہ عظیم المرتبت ہستی نہ تھی' نہ ہے' نہ ہو گئی
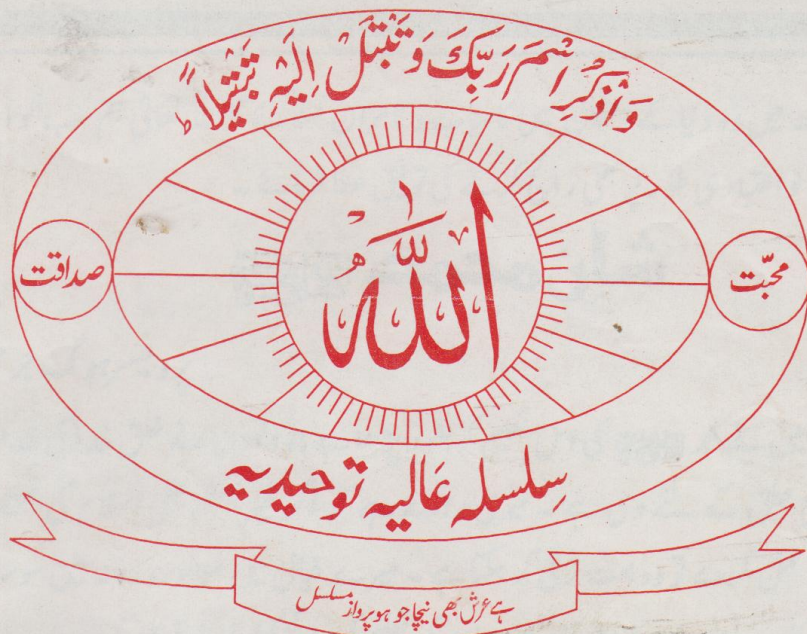
سلسلہ کی دیگر کتب

1 ”تعمیر ملت“ تصوف کے موضوع پر یہ اپنی نوعیت کی منفرد کتاب ہے جس میں تصوف و سلوک کے بارے میں نہایت سادہ اور دل نشیں پیرائے میں بیش قیمت معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ زبان و بیاں میں سلاست و روانی کی بدولت معمولی پڑھا لکھا آدمی بھی اپنی استعداد کے مطابق استفاضہ کر سکتا ہے۔

امت مسلمہ کے عروج و زوال کے اسباب محققانہ و حکیمانہ میں بیان کر کے نہ صرف اصلاح احوال کی تڑپ پیدا کی گئی ہے بلکہ حصول مقصد کے لئے قابل اختیار و عمل راستوں کا تعین بھی کیا گیا ہے۔

ذکر و فکر اور مجاہدہ و ریاضت کے باب میں قرآن و احادیث سے ثبوت فراہم کر کے صحیح اسلامی تصوف سے روشناس کرایا گیا ہے امید واثق ہے کہ ذاتی اور قومی اصلاح کی خاطر ہر مسلمان کے لئے اس کتاب کا مطالعہ نہایت نفع بخش ثابت ہو گا۔

2 ”طریقت توحیدیہ“ یہ کتاب خاص طور پر سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے مریدین کے لئے لکھی گئی ہے۔ ذکر و مجاہدہ کے طریقے بیان کرنے کے علاوہ اس کتاب میں سلسلہ توحیدیہ کی تنظیم و تحکیم کے بنیادی اصول و ضوابط وضع کئے گئے ہیں۔ گویا یہ کتاب سلسلہ توحیدیہ کا ضابطہ ہے۔ اس لئے ہر توحیدی بھائی کے پاس اس کتاب کی ایک جلد ضرور ہونی چاہیے۔ خواہ وہ باقاعدہ مرید ہو یا طالب۔

3 ”حقیقت وحدت الوجود“ وحدت الوجود کا نظریہ قرآنی تعلیمات کے یکسر خلاف ہے۔ یہ ایک کیفیت کو حقیقت سمجھ لینے کی غلطی ہے اس نظریے کی تائید و تردید میں سینکڑوں کتابیں لکھی گئیں مگر کوئی قطعی فیصلہ نہیں ہو سکا چونکہ یہ مسئلہ علم الکلام کا نہیں بلکہ ایک عرفانی غلط فہمی ہے۔ اس لئے عقل و دلائل سے اسے ثابت یا رد نہیں کیا جا سکتا۔ مصنف نے اس مختصر مگر جامع کتابچہ میں اپنے روحانی تجربہ و مشاہدہ اور دلائل نقلیہ سے اس نظریہ کی تغلیط کی ہے۔ اہل ذوق حضرات کے لئے یہ ایک بیش بہا تحفہ ہے۔